

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد ندنی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے

1069

مُتّحہ قومیت اور اسلام

معنی

نظریہ قومیت پر حضرت مولانا مدنی اور علامہ اقبال کی خط و کتابت

مکتبہ محمودیہ جامعہ مدنیہ لاہور
حریم پارک

58833

اشاعت اول : ۱۹۳۹ء

نام کتاب : مخدوہ قومیت اور اسلام

محضف : حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

مطبع : استقلال پرنس لامور

اشاعت دوم : ۱۹۴۵ء / ۱۳۹۵ھ

ناشر : مکتبہ حمودیہ لاہور

قیمت : ۶ روپے

حضرت مولانا حسین احمد حبیب طلبہ کا پہلا خط

حضرت طالوت کے نام

محرم المقام زید مجدهم :
اسلامُ علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مزاج مبارک : والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں آپ کی ہمدردانہ محبت کا شکرگزار ہوں، بالخصوص اس بناء پر کہ باوجود عدم ملاقات کے اس تدریجی تفات فڑتے ہیں، میرے پاس ثبوت سے خطوط، رمضان، اس کے متعلق استفسار کے آتے، مگر میں انتہائی درجہ عدیم الفصیحت ہوں اور اس قسم کے افرادات اور سب و شتم کا سلاب ہرز مانے میں کم و بیش راس زمانہ سے جب کہ میں نے تحریکات وطنیہ اور طلبیہ میں قدم اٹھایا ہے) برابر جاری ہے، اس لیے ایسی باتوں میں وقت صرف کرنا اضاعت وقت سمجھتا ہوں واذا خاطبہم الجاحملون ایسا پر عمل پر رہتا ہوں۔ جب کبھی کوئی نہایت اہمیت ہوتی ہے، کچھ لکھ دیتا ہوں، میں اس وقت بھی چپ تھا، مگر آپ کے والا نامہ نے مجبوڑ کیا... کہ حقیقت واضح کی جائے اس لیے باوجود عدیم الفصیحت مختلف اوقات میں لکھ کر مندرجہ ذیل مضمون پیش کرتا ہوں اور تا خیر کی معافی کا خواستگار ہوں — اصل واقعہ یہ ہے کہ صدر بازار دہلی متصل پل بیگشن زیر صدارت مولانا نور الدین صاحب جلسہ کیا گیا، اس میں اہل محلہ کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا اور اس میں بڑی تی اور وطنی خدمات کو سراہا گیا۔ جلسہ وعظ و نصیحت کا نہ تھا اور نہ اسلامی تعلیم کے بیان کرنے کا، اُس روز صبح کو جلسہ مذہبی ہو چکا تھا، مولانا نور الدین صاحب نے تین یا چار برس میں ترجمہ قرآن شریف ختم کیا تھا اور اُس کی خوشی میں جلسہ ہو چکا تھا، اس میں مذہبی

تقریر، فضائل قرآن اور اس کی تعلیمات کے متعلق تقریریاً دو گھنٹے ہو چکی تھی، نیز جامع مسجد میں تبلیغ کے متعلق مذہبی و عظی اس سے پہلے اسی دن ہو چکا تھا۔ شب کے جلسے کے اعلان میں یہ طبع کیا جا چکا تھا کہ حسین احمد کو ایڈریس میں کیا جاتے گا۔ ایڈریس کے جلسے سے لیکیوں اور باخصوص مولوی منظہ الدین صاحب اور آن کے ہمنواں میں انتہائی پھیلا ہوا تھا، کوشش کی جائزی تھی کہ جلسہ کو درہم بہم کیا جاتے، جس کو احسس کر کے جنپ صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں یہ کہہ دیا کہ اس جلسے میں کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق کوئی تقریر نہ ہو گی، اس کے بعد میں ایڈریس کے جواب دینے کے لیے کھڑا ہوا صدارتی تقریر کے بعد ایڈریس پیش کیا گیا تھا، میں نے بعض ضروری مصدا میں کے بعد ملک کی حالت، بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز اندر وہ ملک میں آزادی کا تمدیدی مضمون شروع کیا تو کہا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اور طائفے سے بنتی ہیں، نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں، دیکھو انگلستان کے بے نسل سب ایک قوم شمار کئے جاتے ہیں، حالانکہ ان میں سیو دی بھی ہیں، نصرانی بھی، پرنسپل بھی، کمیتوں کا بھی، یہی حال امر کر کے جا پان اور فرانس وغیرہ کا ہے۔

جو لوگ جلسے کو درہم کرنے کے لیے آتے تھے اور موقعہ چاہ رہے تھے، انھوں نے شور مچانا شروع کیا، میں اُس وقت یہ سمجھ سکا کہ وجہ شور کی کیا ہے، جسے جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی جو کہ شور و غوفا چاہتے تھے، سوال وجواب دیتے رہے اور چپ پوچھنے کے الفاظ مٹتی دیتے، اگلے روز آلامان وغیرہ میں چھپا کر خیال جمع نے تقریر میں کہا کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے، مذہب سے نہیں ہوتی اور اس پر شور و غوفا ہوا۔ اس کے بعد اس میں اور دیگر اخباروں میں سب و شتم چاپا گیا۔ کلام کے ابتداء اور انتہا کو حذف کر دیا گیا تھا اور کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو وہ فلایا

جاتے، میں اس تحریف اور اتهام کو دیکھ کر چکا ہو گیا اور تقریر کا بڑا حصہ "انصاری" اور "یحییٰ" میں بھی چھپا، مگر اس کو کبھی نے نہیں لیا، الاماں اور وحدت سے "انقلاب" زمیندار وغیرہ نے لیا اور اپنے اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی، ۸، ۹، ۱۰ جنوری کے "انصاری" اور یحییٰ کو ملاحظہ فرمائیے، میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ مذہب و ملت کا دار و مدار وطنیت پر بُنے، یہ بالکل افرا اور دجل ہے۔ "احسان" سورخ ۲۱، جنوری کے صفحہ ۳ پر بھی میرا قول یہ نہیں بتایا گیا، بلکہ یہ کہا گیا کہ "قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے: اگرچہ یہ بھی غلط ہے مگر یہ بھی ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ مذہب اور ملت کا دار و مدار وطنیت پر ہونا میں نے نہیں کہا تھا، شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسے افرا اور اتهام کرتے ہی رہتے ہیں، اس قسم کی تحریفیں اور سب و تم ان کے فرانش منصبیہ میں سے ہیں، مگر سر اقبال جیسے مذہب اور میں شخص کا ان کی صفت میں آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے، ان سے میری خط و کتابت نہیں، مجھ سے جیسے ادنیٰ تین ہندوستانی کا ان کی بارگاہ عالیٰ تک پہنچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے، اگر غیر مناسب نہ ہو تو ان کی عالی بارگاہ میں یہ شعر ضرور پہنچا دیجئے۔ ۵

هنيأً موئيًّا عنيد داء معاصر

لعزہ من اعراضنا ما استحلت

افکس، کہ سمجھدار شخص اور آپ جیسے عالیٰ خیال تو یہ جانتے ہیں کہ مخالفت کی بناء پر یہ اخبار ہر قسم کی ناجائز اور نامسرا کار روایاں کرتے رہتے ہیں، ان پر ہرگز اعتماد ایسے امور میں نہ کرنا چاہتے اور سر اقبال موصوف جیسے عالیٰ خیال، حوصلہ مند، مذہب میں ڈوبے ہوئے تجربہ کا شخص کو یہ خیال نہ آیا، نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آئے ان جاء حکم فاسق بنباء فتبینوا لایہ گویا نظر سے نہیں گزری۔

سرقاں فڑتے ہیں۔ سرود برسنگر کہ ملت از وطن است

چبے خبر زمفتام محمد عربی است

کیا انتہائی تھجب کی بات نہیں ہے کہ ملت اور قوم کو سرقاں صاحب ایک قرار دے کر ملت کو وطنیت کی بناء پر نہ ہونے کی وجہ سے قومیت کو بھی اس سے منزہ و قدر دیتے ہیں۔ یہ بولججی نہیں ہے تو کیا ہے، زبان عربی اور مقامِ محمد عربی علیہ السلام سے کون ہے خبر ہے؟ ذرا غور فرمائیے، میں نے اپنی تقریر میں لفظ قومیت کا کہا ہے... ملت کا نہیں کہا ہے۔ ذو نوں لفظوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ملت کے معنی شرعیت یادین کے ہیں اور قوم کے معنی عورتوں اور مردوں کی جماعت کے ہیں۔ قاموس میں ہے:-
 وبالكسر الشريعة او الدين (یہ ملت کی بحث میں ہے) نیز قاموس میں ہے:-
 الْجَمَاعَةُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ مَعًا وَالرِّجَالُ خَاصَةٌ وَتَدْخُلُهُ النِّسَاءُ تَبَعِيَّةٌ
 الْمَلْتُ (بحث قوم) مجتمع البخاری میں ملت کے معنے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ ما
 شرع الله بعباده على السنة الانبياء عليهم السلام ويستعمل في جمله الشرع
 لما في احاديث واسعة فاستعملت في الملة الباطلة فقيل الـكفر ملة واحدة.
 الـ میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں طعن کرنی ہے، لفظ قوم ملت۔ دین یعنی عربی ہیں ان کے معانی کو لغت عربی سے پوچھیے اور دیکھئے کہ کسی لغت عربی کی معتبر کتاب میں قوم اور ملت کو اور علی ہذا القیاس قوم اور دین کو مراد ف اور ہم معنی قرار دیا ہے یا نہیں، آیات اور واتا کو ٹھوٹلیے اور سر صاحب کی نبویججی کی داد دیجئے، اگر میری تقریر کے سیاق اور سابق کو بھی حذف کر دیا جائے اور عبارت میں تحریف کر کے حسب اعلان جریدہ "احان" قوم یا قومیت کی اساسیں طعن پر ہوتی ہے۔ بتائی جائے، تب بھی میں نے کب کہا کہ ملت یادین کی اساس وطن پر ہے، پھر سر مرد صوف کی یہ سبت سرود برس افراتا محض نہیں

ہے، تو کیا ہے اور ان کا ان میں کو ایک قرار دینا عجیت اور زبان عربی سے ناقصیت
نہیں ہے تو کیا ہے؟

ياللَّعْجَبِ وَلِضَيْعَةِ الْأَدَبِ

آپ مجھ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ تو اپنے خیالات سے مطلع کر جو اب اعرض ہے
کہ قوم کا لفظ ایسی جماعت پر اطلاق کیا جاتا ہے، جس میں کوئی وجہ جامعیت کی موجود ہو۔
خواہ وہ مذہبیت ہو یا وطنیت یا نسل یا زبان، یا پیشہ یا زنگت، یا کوئی صنعت مادی
یا معنوی وغیرہ وغیرہ کہا جاتا ہے، عربی قوم، عجمی قوم، ایرانی قوم، مصری قوم، سختون قوم،
فارسی بولنے والی قوم، سیدوں کی قوم، شیخوں کی قوم، کنجڑوں کی قوم، موجہوں کی قوم
کالوں کی قوم، گوروں کی قوم، صوفیوں کی قوم، دُشیاداروں کی قوم وغیرہ وغیرہ... یہ
محاورات تمام دنیا میں شائع و فائع ہیں اور زبان عربی بلکہ احادیث و آیات میں
بکثرت وجود ہے اطلاق لفظ قوم کا پایا جاتا ہے، انھیں میں ہندوستانی قوم بھی ہے۔
سوچو دہ زمانے میں ہندوستانی قوم سے بیرونی مالک میں تمام باشندگان ہندوستان
سمجھے جاتے ہیں، خواہ وہ اردو بولنے والے ہوں یا بنگلہ، خواہ وہ کالے ہوں، یا
گورے، ہندو ہوں یا مسلمان، پارسی ہوں یا سکھ۔ انہیں کا لفظ ہر ہندوستانی پر
اطلاق کیا جاتا ہے، میں ہندوستان سے باہر تقریباً سترہ برس رہا ہوں، عرب، شام
فلسطین، افریقی، مصر، مالٹا وغیرہ میں بھی رہتا ہوا، ہر ملک کے باشندوں سے ملا جانا
بعلیضاً، اٹھنا ہوا، جرمن، آسٹرین، بلگیرن، انگریز، فرانسیسی، آسٹریلین، روسی، چینی
جاپانی، ترکی، عربی وغیرہ وغیرہ مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ سالہا سال ملا جانا، نشت و
برخاست کی نوبت آتی، اگر یہ لوگ عربی، ترکی، فارسی یا اردو سے واقف ہوتے

سچے، تو بلا ترجمہ ورنہ بذریعہ ترجمان گفتگو میں ہوتی تھیں، سیاسی مسائل اور مذہبی امور زیر بحث رہتے تھے، میں نے بیرونی ممالک کے عام لوگوں کو اسی خیال اور عقیدے پر پایا کہ وہ ہندوستانی لوگوں کو ایک قوم سمجھتے ہیں اور سب کو باوجود مختلف المذاہب اور مختلف اللسان والالوان ہونے کے ایک ہی لذتی میں پوتے ہیں، لغوی معنی اس سے انکاری نہیں، عرف اس کا مقاضی ہے، پھر اس کے انکار کے کیا معنی ہیں، یہ دعویٰ کہ اسلام کی تعلیم قومیت کی بنا و جغرافیائی حدود یا نسلی وحدت یا رنگ کی کیافی کے بجائے شرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھتی ہے (جیسا کہ میر احسان کا دعویٰ ہے) مجھے نہیں معلوم کہ نص قطعی یا طنی سے ثابت ہے، جس کی بنا پر اختلاف اوطان وغیرہ پڑھا لفظ قوم ممنوع ہو، لوگوں میں مساویانہ برداشت اور برادرانہ معاملات دوسرا چیز ہیں۔ حالانکہ ان میں احتیاز عرفًا اور شرعاً معتبر ہے، اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریتے کا ذکر بھی نہیں تھا۔

میرے محترم: اس اجنبی اور خود غرض حکومت اور پولیسی خون چڑھنے والی قوم نے جس قدر ذات اور ہلاکت اور قحط و افلان کے تیرہ تاریک گڑھے میں قام ہندوستانیوں کو جہنم اور مسلمانوں کو خصوصاً عرصہ دراز سے ڈال رکھا ہے اور جس طرح وہ ہندوستانیوں کو روز افزون فنا کے گھاٹ اُماਰتی جائز ہی ہے، وہ اس قدر ظاہر و باہر ہے کہ اس کے بیان کی حاجت نہیں ہے، نیز اس سے آزاد ہونا اور ملک و ملت کی زندگی اور بہبودی کی فکر اور سعی کرنا ہر ہمیشہ سے سجنوں کا فرضیہ ہونا بھی اظہر الشیش ہے، (ان دونوں چیزوں سے بجز غنی یا مکابر کوئی شخص بھی منکر نہیں ہو سکتا، اگرچہ اس پر دینی خونخوار قوم سے نجات کے اور بھی ذرائع عقالہ ممکن ہیں، مگر جو قدر قوی اور موثر ذریعہ تمام ہندوستانیوں کا متفق اور متحد ہو جائے ہے، اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس

کے آگے اس حکومت کے جمبداری اور تمام قویں بیکار ہیں اور بغیر نقصان عظیم ہندوستانی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں، لہذا اشتہ صورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو منظم کیا جائے اور اس کو ایک ہی رشتہ میں فلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامز بنایا جائے، ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملک کے لیے کوئی رشتہ اتحاد بجز متعدد قویت کے نہیں، جس کی اساس محض وطنیت ہی ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کانگریس نے ابتداء ہی سے اس امر کو اپنے اغراض و مقاصد میں داخل کیا ہے، ۱۸۸۵ء میں جب کہ کانگریس کا اولین اجلاس ہوا تو سب سے پہلا مقصد مندرجہ الفاظ میں ظاہر کیا گیا۔

”ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے“

ان سب کو متفق اور متحد کر کے ایک قوم بنایا جائے۔“

یہی متحده قویت انگلستان کے دل میں ہمیشہ سے کھٹکتی رہی ہے اور ہر انگریز اس سے خائف اور اس کے زائل کرنے کے لیے ہر طرح سے ساعی ہے۔

پروفیسر سلیم نے آکسپرشن آف انگلینڈ میں اس کے متعلق لکھا ہے:

”اگر ہندوستان میں متحده قویت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے، اور اس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح بھی نہ ہو، بلکہ صرف اسے احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لیے شرمناک ہے، تو اسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمه ہے۔“
گا، کیوں کہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر تھانہ محکم افی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً بر باد ہو جائیں گے۔“

اس بناء پر ہمیشہ سے یہی کوشش مہربان برطانیہ کی جاری رہی ہے کہ یہ جذبہ کبھی ہندوستانیوں میں پیدا نہ ہونے دیا جاتے اور اگر کبھی اس کی کوئی صورت پیش آجھی جائے تو اس کو جلد از جلد ہر ممکن صورت سے تفرقہ ڈلو اکر فنا کر دیا جاتے۔

”ٹراو اور حکومت کرو“ کی انگریزی پالیسی مشہور تر اور مثال ہے، باخصوص کانگریس کے پیدا ہونے کے بعد تو اس راہ میں انتہائی جدوجہد جاری ہے، ملٹریکیپ اور ملٹری مارٹین اور سر آکلانڈ کالون وغیرہ کی انتہائی انفرادی مساعی اور پھر ۱۸۸۸ء اجتماعی مساعی اس کی شاہدِ عدل ہیں، جس کے ماتحت اول اسی سال میں یونائیٹڈ انڈیا پریمیک ایسوی ایشن قائم کرائی گئی ہے، جسکا دوسرا نام انٹی کانگریس تھا اور پھر ۱۸۹۳ء میں ”محمدان بیگر“ اور نیل ڈافیش ایسوی ایشن آف اپر انڈیا“ تخلیق کی گئی، جس کے مقاصد حسب فیل قائم کئے گئے۔

الف، مسلمانوں کی راستے انگریزوں اور گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کر کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی خاطرات کرنا۔

ب : عام سیاسی سورش کو مسلمانوں میں پھیلنے سے روکنا۔

ج : ان تدبیر میں امداد دینا جو سلطنت برطانیہ کے استحکام اور طاقت کی خاطرات میں مدد ہوں، ہندوستانیوں میں قائم رکھنے کی کوشش کرنا اور لوگوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا۔

ملٹریکیپ اور ملٹری کالون وغیرہ ہی کی انفرادی مساعی کا نتیجہ تھا کہ نرس تیر جیسے تیز اور سخت سیاسی کے خیالات پر نہایت زہر لیا اثر ڈالا (اسباب بغاوت ہند) کے لکھنے والے شخص کے عقائد اور راہوں کو روزانہ اور پہم مساعی سے بالکل ہی جدا اور انگریز پر ڈرپک بنادیا گیا، انہی مساعی کی بناء پر ۱۹۰۰ء میں لارڈ میکڈالڈ نے ناگری اور اڑو قصہ

انھایا اور انھیں وجوہ کی بناء پر ۱۹۰۶ء میں متعدد ذمہ داریاں برطانیہ کی کوششوں سے مسلم لیگ کی تخلیق شملہ کی چیزوں سے طہور پذیر ہوئی، اور آج تک اسی پالیسی پگامن ہے اسی بناء پر با بار امن سبھائیں قائم کرائی گئیں، اسی بناء پر شدھی او سنگھن کو میدان میں پشیں کیا گیا۔ مسلماریں اور مشریک وغیرہ کی کارروائیاں اگر دیکھنی ہوں تو انسٹی ٹیٹ گزٹ کے پڑھے ملاحظہ ہوں مسلمانوں کو خصوصی طور پر کانگریس سے منفر کرنے اور اس سے ڈور کرنے کی پالیسی آج سے نہیں بلکہ ۱۸۹۵ء یا اس سے بھی پہلے سے جاری ہے اور کامیابی ہوتی جاتی ہے، آج بھی یہی شرب ارعافی جو کہ مسلم لیگ کی کھٹی میں ڈالی گئی تھی اس کے مبردوں کو گورے گورے ہاتھوں سے پلاٹی جائز ہے، اور وفاداران اُنلی اپنے خداوندوں کی مختلف پراؤں میں خدماتِ جلیلہ انجام دیتے ہوئے لیگ کے پیٹ فارم پر گرجتے اور جمعیۃ العلما اور دیگر پچھے مخلصین خدامتِ ملک سے نفرت دلاتے ہیں، طوں کے خوف سے میفضل کیفیت اس بیان میں نہیں لاتا۔ اگر آنہ کوئی موقع ملا تو عرض کروں گا، مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکا دیا گیا اور آج بھی نہایت قوت اور چالاکی سے دیا جائز ہے، ان کو چاہئے کہ گزشتہ تاریخ کا مطالعہ کریں اور اپنے تحفظ و زندگی کا سامان کریں، اہل مطالعہ سے میری پُر زور و خواست ہے کہ وہ ضرور بضرور کتا مسلمانوں کا روشن میقبل، جو کہ ابھی ابھی مطبع نظامی میاپوں میں چھپی ہے، منگل کیں اور اس کے آئینے میں انگریزی پالیسی اور مسلم لیگ وغیرہ کی حقیقت اور نامہ نہاد لیڈروں کی مہنسہ تصاویر مشاہدہ کریں؛ فاعتبروا یا اولی الباب۔ والسلام

منگ اسلام

حسین احمد غفرلہ

۸. ذی الحجه ۱۳۵۶ھ

طاووت صاحب کا خط

علامہ قبائل کے نام

مطاع و محروم اسلامیاں

السلام علیکم و رحمة الله

اگرچہ میرا یہ درجہ نہیں کہ آپ سے شرفِ مخاطب حاصل کر سکوں، مگر ضرورات
یقین الحمد و رات کی بناء پر با وجود اس علم کے کہ آپ کی طبیعت ناساز رہتی ہے تو تکلیف
دینے کی معافی چاہتا ہوں، اُمید ہے کہ آپ اخلاق کریم کی بناء پر اپنے اوقاتِ ثینے میں
سے دوچار منٹ نکال کر میرے عریفے کو پڑھنے اور اس کے جواب کی زحمت برداشت
کریں گے۔

مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کے متعلق آپ کی نظمِ عجم ہنوز نہ زاند آخوند احسان میں بھی یہ۔
اور اس سے پہلے احسان، زیندار، انقلاب میں ان کے خلاف مستوات پر پوچھنیدا بھی
کیا جاتا رہا، میں نے مولانا کو ایک نیاز نامہ میں اس نظم اور اس پوچھنیدا کی طرف توجہ
دلائی، اس کے جواب میں انھوں نے از راہ شفقت ایک مفصل تحریکی بھی جس کے ہم
اقتباسات ذیل میں درج ہیں،

”میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد ملک کی حالت پر فی ممالک
اور غیر قوم نیز اندر و ان ملک میں آزادی کی ضرورت کا تمہیدی مضمن
شروع کیا تو کہا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اور طان سے بنتی ہیں، نسل
یا مذہب سے نہیں بلکہ، دیکھو انگلستان کے بنے والے، سب ایک
قوم شمار کئے جاتے ہیں، حالانکہ ان میں یہودی بھی ہیں، نصرانی بھی ...“

پروٹستنٹ بھی ہیں، کیمپتوک بھی، یہی حال امریکی، فرانس، جاپان وغیرہ
 کا ہے ابھی جو کہ جلسہ ذریم برہم کرنے کے لیے آتے تھے اور موقع چاہ
 رہے تھے، انہوں نے شور مچا اشروع کیا، میں اس وقت یہ نہیں سمجھ سکا
 کہ ذریم شور کی کیا ہے، جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی
 جو کہ شور و غوغاء چاہتے تھے، سوال وجواب دیتے رہے اور چپ رہو
 وغیرہ کے الفاظ اُنہی دیتے، اگلے روز "الامان" وغیرہ میں چھپا کر حسین احمد نے
 تقریر میں کہا ہے کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے، مذہب سے نہیں ہوتی
 اور اس پر شور و غوغاء ہوا۔ اس کے بعد اس میں اور دیگر اخباروں میں
 سب و شتم چھاپا گیا، کلام کے ابتداء اور انتہا کو حذف کر دیا گیا تھا، اور
 کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے، میں اس تحریف اور اتهام
 کو دیکھ کر چپکا ہو گیا، تقریر کا بڑا حصہ انصاری اور تیج میں چھپا، مگر اس
 کو کسی نے نہیں لیا، "الامان" اور وحدت سے "الطالب" زمیندار نے
 لے لیا، اور اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی، ۸، ۹، ۱۰ جنوری کے انصاری
 اور تیج کو ملاحظہ فرمائیے، میں نے ہرگز نہیں کہا کہ مذہب و ملت کا دارو
 مدار وطنیت پر ہے، یہ بالکل ہی افترا اور دجل ہے۔ "احسان" موئرخہ
 ۲۱، جنوری کے صفحہ ۲ پر بھی میرا قول یہ نہیں بتایا گیا، بلکہ یہ کہا گیا کہ قوم ای
 قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے: اگرچہ یہ بھی غلط ہے، مگر یہ ضرور تسلیم
 کیا گیا ہے کہ مذہب و ملت کا مدار وطنیت پر ہونا، میں نے نہیں کہا تھا
 شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسا افترا اور اتهام
 کرتے ہی رہتے ہیں، اس قسم کی تحریفیں اور سب و شتم ان کے فرائض

منصبیہ میں سے ہیں ہی، مگر سارِ اقبال جیسے مہذب اور متین شخص کا، ان کی صفت میں آجانا، ضرور تجویز نہیں امر ہے، ان سے میری خط و کتابت نہیں، مجھ بھی ادنیٰ ترین ہندوستانی کا اُن کی عالی بارگاہ تک پہنچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اگر غیر مناسب نہ ہو تو اُن کی عالی بارگاہ میں یہ شعر ضرور پہنچا دیجئے۔

هُنْتَيَا مَرْئِيَا غَيْرِ دَاءِ مُعْنَاصِرِ

لَعْزَةُ مِنْ أَعْرَاضِنَا مَا اسْتَحْلَتْ

اسوس کے سمجھدار اشخاص اور آپ جیسے عالی خیال تو یہ جانتے ہیں کہ مخالفت کی بناء پر اخبار ہر قسم کی ناجائز اور ناسزا کارروائیاں کرتے رہتے ہیں، ان پر ہرگز اعتماد ایسے امور میں نہ کرنا چاہیے اور سارِ اقبال موصوف جیسے عالی خیال اور حوصلہ مند مذہب میں ڈوبے ہوئے تجربہ کا شخص کو یہ خیال نہ آیا، نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آیت اذ احْجَاءَ حَكَوْفَاسِقَ بَنْبَاقَ فَتَبَيَّنُوا لَهُمْ أَنَّهُمْ كُوَافِرٌ مِنْهُمْ نَهِيَّنَ رِيَ اگر میری تقریر کے سیاق و باق کو حذف بھی کر دیا جائے اور عمارت میں تحریف کر کے حسب اعلان جریدہ "احسان" "قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے" بناتی جائے، تب بھی میں نے کب کہ کہت یا دین کی اساس وطن پر ہے، اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریتے کا ذکر بھی نہیں تھا۔

یہ مولانا کی تقریر کے وہ اقتباس ہیں، جو میرے نزدیک ضروری تھے کہ آپ کی نظر سے گزر جائیں، جہاں تک میرا خیال ہے، مولانا کی پوزیشن صاف ہے اور آپ کی نظم کا

اس سلطان پر و پگنیڈے پر ہے۔ آپ کے نزدیک بھی اگر مولانا بے قصور ہوں، تو ہماری فرمائکر اپنی عالی طرفی کی بناء پر اخبارات میں ان کی پوزیشن صاف فرمائیے، بصورت دیگر مجھے اپنے خیالات سے مطلع فرمائیے، تاکہ مولانا سے مزید شفی کر لی جاتے، ہمارے جیسے نیازمند چودونوں حضرات کے عقیدت کیش ہیں، ووگونہ رنج و عذاب میں سب تلاہیں۔ امید کہ باوجود عدم الفرستی کے ہمیں اس درطہ حیرانی سے نکالنے میں آئی رحمت ثابت ہوں گے۔

طالبوت

علامہ اقبال کا خط

جناب طاؤت کے نام

۱۶۔ فروری ۱۹۳۸ء

جناب من!

مولانا حسین احمد صاحب کے مقیدین اور احباب کے بہت سے
خطوط میرے پاس آئے، ان میں سے بعض میں تو اصل معاملہ کو بالکل
نظر انداز کر دیا گیا ہے، مگر بعض نے معاملہ پڑھنڈے دل سے عذر کیا
ہے اور مولوی صاحب کے خط کے اقتباسات درج ہیں، اس واسطے
میں نے آپ ہی کے خط کو جواب کے لیے انتخاب کیا ہے، جواب
انشار اللہ، اخبار احسان میں شائع ہو گا، میں فرد افراد اعلالت کی
وجہ سے خط لکھنے سے قاصر ہوں، فقط

مختص
محمد اقبال

علامہ قبائل کا دوسرے خط

حضرت طاولت کے نام

۱۰ فروری ۱۹۳۸ء

جناب من! سلام مسنون

میں حسب وعده آپ کے خط کا جواب احسان میں لکھوانے کو تھا کہ میے ذہن میں ایک بات آئی جس کو گوش گزار کر دینا ضروری ہے۔ امید ہے کہ آپ مولوی صاحب کو خط لکھنے کی زحمت گوارا فرمائے اس بات کو صحت کر دیں گے، جو اقتباسات آپ نے ان کے خط سے درج کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے فرمایا کہ آج کل قومیں اور طان سے بنتی ہیں، اگر ان کا مقصود ان الفاظ سے صرف ایک امر واقع کو بیان کرنا ہے، تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا، کیونکہ فرنگی سیاست کا نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے، البتہ اگر ان کا یہ مقصود تھا کہ ہندی مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کر لیں، تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے، کیونکہ کسی نظریے کو اختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیں گے دینا ضروری ہے کہ آیا وہ اسلام کے مطابق ہے یا منافق۔ اس خیال سے کہ بحث تکمیل نہ ہونے پائے، اس بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے کہ مولانا کا مقصود ان الفاظ سے کیا تھا۔ ان کا جو جواب آئے، وہ آپ مجھے رو انہ کر دیجئے، مولوی صاحب کو میری طرف سے یقین دلائیتے کہ میں ان کے احترام میں کسی اور مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں، البتہ اگر

ذکرہ بالا ان کا مقصد وہی ہے جو میں نے اور پرکھا ہے، تو میں ان
کے مشورے کو اپنے ایمان اور دیانت کی رُوس سے اسلام کی رُوح
اور اس کے اساسی اصولوں کے خلاف جانتا ہوں، میرے نزدیک
ایسا مشورہ مولوی صاحب کے شایان شان نہیں، اور مسلمانوں ہند کی
گمراہی کا باعث ہو گا، اگر مولوی صاحب نے میری تحریروں کو پڑھنے
کی کبھی تکمیل گوارا فرمائی ہے تو انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں نے اپنی عمر
کا نصف اسلامی قومیت اور ملت کے اسلامی نقطہ نظر کی تشریح و توضیح
میں گزارا ہے، محض اس وجہ سے کہ مجھ کو ایشیا کے لیے اور خصوصاً
اسلام کے لیے فرنگی سیاست کا یہ نظر یہ ایک خطرہ عظیم محسوس ہوتا تھا
کسی سیاسی جماعت کا پروپیگنڈا کرنا نہ میرا اس سے پہلے مقصد تھا، نہ
آج مقصود ہے، بلکہ وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا پردا
بناتا ہے، میرے نزدیک لعنتی ہے۔

مخلص

محمد اقبال

مولانا حسین احمد حب کا و مارخ ط

حضرت طاؤت کے نام

محترم المقام : زید مجدد کم۔

السلام علیکم و رحمة الله و برکاتہ

مزاج شرفی :

والان امر مججوہ کو کلکتہ میں کل ۲۳ ذی الحجه کو بلا، میں دیوبند سے ۱۱ ذی الحجه کو بھری پور کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اور ہر سے مبتنی ہوتا ہوا کلکتہ آیا ہوں، اس وقت مججوہ کو بنگال اور آسام کے متعدد جلسوں میں شرکیں ہونا ہے، انشا اللہ ہفتہ عشرہ کے بعد دیوبند پنجپول کا میں نے حجہ عرضیہ لکھا تھا تو بعض اصحاب نے اصرار کیا تھا کہ چونکہ جگہ جگہ پروپرگنڈا کیا گیا ہے اور ہر طرف سے خطوط آرے ہے ہیں۔ نیز بدریعہ مدینہ بجزور وغیرہ مججوہ سے استفارہ کیا ہے، بنابریں لازم ہے کہ اس خط کی نقل شائع کر دئی جائے، میں نے ان کے اصرار پر اجازت دے دی تھی، چنانچہ آپ کے پاس عرضیہ روانہ کر دینے کے بعد انہوں نے اس کی نقلیں مدینہ، الجمیعتہ، انصاری، ہندجیدیہ، ترجمان سہیہ، پاپسان، اجمل وغیرہ کو بیچھے دیں، وہ شائع ہو گئی ہیں۔ بنابریں عرض ہے کہ جناب کا اس عرضیہ کو سراقبال صحاب کی خدمت میں بھیجنے کے متعلق استفارہ فرمانا اب غیر ضروری ہے، اور اس میں کوئی پریویٹ مضمون تھا بھی نہیں، اگر ان کو ان اخباروں کے مضامین نہ پہنچے ہوں اور غالباً نہ پہنچے ہوں گے، کیونکہ بڑے حضرات، اردو کے اخبار اور بالخصوص قومی اخبار ملاحظہ نہیں فرماتے ہیں، تو ضرور بھیج دیجئے، میرے محترم سر موصوف کا ارشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اس میں کوئی کلام نہیں، اگر مشورہ مقصود ہے تو خلاف دیانت ہے، اس لیے میں خیال کرتا ہوں کہ

پھر الفاظ پر عذر کیا جائے اور بس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق و سابق پر نظر ڈالی جائے
 میں عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیتیں اور طائفے سے بنتی ہیں، یہ اس زمانے کی
 جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے، یہاں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ تم کو ایسا
 کرنا چاہتے ہیں، خبہ ہے انشا نہیں ہے، کسی ناقل نے مشورہ کو ذکر بھی نہیں کیا، نہ امر اور
 انشا کا فقط ذکر کیا ہے، پھر اس مشورہ کو نکال لینا کس قدر غلطی ہے اور واقعہ حملی یہ تھا
 کہ میں تقریر میں ان امور کو گذرا رہا ہے، جو کہ ہندوستانیوں اور باخ Hos ص مسلمانوں کو انگریزوں
 سے ہندوستان میں پہنچنے ہیں، ان میں سے پہلی چیز ذکر میں ذلت آئی تھی کہ تمام دنیا میں
 اس زمانے میں ہم ذلیل شمار کئے جاتے ہیں، کیونکہ ساری دنیا کا خیال ہے کہ ہندوستانی
 (ہندوستان کے باشندے، ایک قوم ہیں اور وہ سب کے سب غلام ہیں اور غلام لیں و
 خوار ہوتا ہی ہے، اس لیے ہم بیرون مالک میں نہایت ذلیل دیکھے جاتے ہیں، وہاں کے
 لوگ ہندو، مسلمان، سکھ، پارسی، یہودی وغیرہ کا مذہبی یا نسلی یا صنعتی فرق نہیں دیکھتے ہیں اور
 سب کو ایک ہی لاثٹی سے ہانتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستانیوں کے متعلق نہ
 ٹرسوال، کیپ، کافوفی، مارشیش، زنجبار، نیروپی، کینیا، فجی، آسٹریلیا، کنیڈا، امریکہ وغیرہ
 نہایت شرمناک اور ذلیل ترین قوانین اپنے یہاں بناتے ہیں اور ہندوستانی باشندوں کو
 شہری حقوق سے محروم کرتے ہیں اور ہم کوئی امداد وہاں کے ہندوستانی باشندوں کی نہیں
 کر سکتے، کیا ایسا وہ جاپان یا چین یا اطالیہ یا انگلینڈ یا پاپ دعیہ آزاد قوموں کے ساتھ
 کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق جو کہ فلسطین، یا سیریا، یا مصر، یا
 عراق، طرابلس یا الجیرا وغیرہ میں موجود ہیں، آوازیں اٹھاتے ہیں، مگر کوئی یورپی طاقت
 ہماری آواز کی طرف رُخ نہیں کرتی اور نہ مشارہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ میں ذلت ہے۔
 خود بڑھانیہ کے مقابل، ہم اس کے کھلے ہوئے نظام پر جو کہ ہندوستان اور سرحد وغیرہ

میں ہو رہے ہیں، پروٹوٹ کرتے ہیں مگر وہ بھی کان نہیں دھرتی، ہم بیرون مالک میں
دیگر اقوام کے سامنے اسی غلامی کی وجہ سے ہندوستانی قوم کو تزلیل کرتے ہوئے بارہ
مشاهدہ کر چکے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ دوسری چیز میں نے ذکر کی تھی، بزرگی اور جنگ
سے ناواقفیت اور اس کو واضح طور سے ثابت کیا تھا، تیسرا چیز نفاق، چوتھی چیز فقر و
فاقد، پانچھویں چیز جہل، چھٹی چیز کسل اور سُستی، ساتویں چیز عقلی، آٹھویں بیکاری وغیرہ وغیرہ
مُلکاون کے لیے خصوصی دارالاسلام کا دارالحرب ہو جانا، عالم اسلامی کا اس غلامی کی وجہ
سے برپا ہونا، مذہبی امور کا غارت ہونا وغیرہ، یہاں کوئی مشورہ بخواہ اس کے نہیں ذکر کیا
گیا تھا کہ اشد ضروری ہے کہ جلد از جلد انتہائی گوشش کر کے ہندوستان کو آزاد کرائیں
اگر اس مشورہ کو خلاف دین و امانت شمار کیا جاتا ہے، تو میں باعلان کتنا ہوں کہ میں اسی
کو فرض سمجھتا ہوں۔

فڈ لک ذنب لست منہ اتوب

دنیا ادھر سے اُدھر ہو جاتے، اس مشورے کو دُنگا اور میرا عطا دے ہے کہ اس
میں تقصیر کرنا مسلمان کے لیے حرام ہے، اپنی طاقت کے مطابق اس میں حصہ لے سینا ضروری
ہے۔ باقی رہا، بت اسلامی کا بلا انصاب، بلا الوان، بلا او طان، بلا صنائع وغیرہ متحتم
ہونا اور کرنا تو یہ دوسراء مر ہے، اس کو بھی ہم جانتے ہیں، ہماری گھٹی میں پڑا ہے، اس
کی بنی پر ہم مالا میں قید رہے، ہم نے کراچی کا جیل کاٹا اور سینکڑوں مصائب اٹھاتے
اور بچپن سے اس کی تعلیم مانپی، قرآن کی آیات، احادیث صحیحہ اور روایات آج نہ سطور
میں بلکہ صدر میں موجود ہیں، جن کو بارہا منابر پر مجاہع میں ہم پڑھتے اور ہر کل وغطہ نتے
ہیں، کوئی تصرف اس کا قول ہی ہو گا، ہم قول اور فعل دونوں ہیں، قوم کی بے جسی
اوکھزدگی کی وجہ سے اس حالت میں پڑے ہوئے ہیں، پھر کس قدر تعجب خیز امر

بے کہ قوم اور ملت اور دین کو ایک قرار دیا گیا۔ میں فرق کو نقل کر چکا ہوں، اگر خلاف لغت سر صاحب موصوف کا نظر یہ دونوں کے اتحاد و غیرہ کا ہے، تو ان کو اپنے نظریے کے مخالف کو ایسے ناشائستہ الفاظ کہنے کا کیا حق تھا، بہر حال

بِمَكْفُتِ وَخَرْسَنَدِ عَنَّا كَانَتْ نَحْنُ كَفْتَيْ
جَوَابٌ تَلْخُ مَعِ زَيْدٍ لِبِّلْعَلِ شَكْرَخَارَا

میرے محترم، ہم تو ایسی سب و شتم کے عادی ہو گئے ہیں، میں کہ کچھ تغیر نہیں ہوتا۔

رنج کا عادی ہوا انساں، تو مدت جاتا ہے رنج

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پ کہ آس ان ہو گئیں

مسلم لیک کی شرمناک کارروائیاں مشاہدہ کرنے کے بعد جب میں علیحدہ ہوا ہوں
ہر قسم کے سب و شتم کا بذبخت سابق زیادہ نشانہ بناؤں، وہ کون سے الفاظ و معاملات
ہیں، جو نہیں کہتے، سر صاحب موصوف توجہ بھی غیر ہیں، یہاں اپنے ہی کیا کمی
کر رہے ہیں، والسلام دعوت صاحب سے فراموش نہ فرمائیں، اس وقت میں نے یہ
عریضہ اٹیں میں گوالندڑ اور چاند پور کے درمیان میں لکھا ہے، تا خیر پو اخذہ نہ فرمائیں
اگر مناسب سمجھیں، تو میرے عریضے کی نقل "احان" کو بھیج دیں، شاید وہ شائع کر دے
اور جب کہ اس نے سر موصوف کا مقالہ ابتداء میں شائع کیا ہے، تو اس کا فرضیہ ہے
کہ اس کو بھی شائع کر دے اور اگر آپ مناسب سمجھیں، تو اس عرضیہ کو بھی شائع فرمائیں
یا سر موصوف کی خدمت میں بھیج دیں۔

۲۵ ذی الحجه

نگاہِ لاف حسین احمد غفران

58833

علامہ قبائل کا تردیدی بیان

جو

روزنامہ احسان ۲۸، مارچ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

”میں نے مسلمانوں کو وطنی قومیت قبول کرنیکا مشورہ نہیں دیا۔“ (مولانا حسین احمد فیضی کا بیان)
”مجھے اس اعتراف کے بعد ان پر اعتراض کا کوئی حق نہیں رہتا۔“ (علامہ قبائل کا مکتب)

قومیت وطنیت کے سلسلے میں ایک علمی بحث کا خوشگواختہ

جناب ایڈٹر صاحب احسان لاہور السلام علیکم

میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اور جو آپ کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے، اس میں اس امر کی تصریح کر دی ہتھی کہ اگر مولانا کا یہ ارشاد کہ زمانہ حال میں اقوام اور طوائف سے بنتی ہیں۔ محض بسبیل تذکرہ ہے، تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں اور اگر مولانا نے مسلمانوں ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریہ وطنیت کا اختیار کریں تو دینی پہلو سے اس پر مجھکے کو اعتراض ہے، مولوی صاحب کے اس بیان میں جو اخبار انصاری میں شائع ہوا، مندرجہ ذیل الفاظ ہیں۔

”لہذا اشد ضرورت ہے کہ تمام باشندگانِ ملک کو منظم کیا جائے اور ان کو ایک ہی شریعت میں فلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزدہ بنایا جائے، ہندوستان کے مختلف عناصر و مतفرق ملل کیلئے کوئی شریعت اتحاد برپختہ مشورہ قومیت اور کوئی رشتہ نہیں ہے جسکی اساس محض ہی برجستگی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا چیز نہیں ہے۔“
ان الفاظ سے تو میں نے یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانوں ہندوستان کو مشورو دیا ہے۔

اسی بنابر میں نے وہ مضمون لکھا جو اخبار احانت میں شائع ہوا ہے، لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط "طاووت" صاحب کے نام آیا، جس کی ایک نقل انھوں نے مجھ کو بھی ارسال کی ہے، اس خط میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں۔

"میرے محترم سر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا، تو اس میں کوئی تکلام نہیں، اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلاف دیانت ہے، اس لیے میں خالی کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر عذر کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق و سابق پر نظر ڈالی جائے، میں عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومی اوطان سے بنتی ہیں: یہ اس زمانے کی جاری ہونے والی نظرتیت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ ہم کو ایسا کرننا چاہیے، خبر ہے نہیں کہ کسی ناقل نے مشورہ کو ذکر بھی نہیں۔ پھر اس مشورے کو نکال لینا کس قدر غلطی ہے،"

خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انھوں نے مسلمانان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا، میں مولانا کے ان عقیدتمندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں، جھنوں نے ایک دینی امر کے توضیح کے صلے میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں، خداً ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید کرے، نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدت مند سے پچھنچنی ہوں"

محمد قبائل

مُسْحَرَةٌ قُوَّمِيَّةٌ

اوده

بلام

حضرت لانا شیخین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ

Marfat.com



احمدہ و اصلی علی رسلہ الکریم : قومیت اور وطنیت اور داکٹر اقبال حرم
 کے اشعار کے متعلق احباب کے تھانوں اور استفارات کی بنا پر میں نے اول ذی الحجه
 ۱۴۲۵ھ میں ایک مفصل بیان شائع کر دیا تھا۔ اس کے بعد ۱۱ ذی الحجه کو مجھے سورت، ہری پور
 کاوی، بنگال آسام وغیرہ کا سفر پیش آگیا۔ اس سفر میں ایک ماہ سے کچھ زیادہ صرف
 ہو گیا۔ اور چونکہ ایک جگہ قیام کرنے کے اسباب بہت کم تھے، ایسے اخباروں کو دیکھنے کی
 نوبت نہایت کم آئی۔ میر خیال تھا کہ جو غلط فہمی خود عرض اور برطانیہ پرست اخباروں اور
 اشخاص نے پھیلانی تھی، وہ اطمینان و اقعاد سے دُور ہو جائے گی۔ مگر جب میں ۱۵ محرم سنہ
 ۱۴۲۵ھ کو دیوبند والپیس ہوا اور اس مدت کے اخباروں کو دیکھنے کی نوبت آئی، تو معلوم تھا
 کہ اگرچہ بحثیت واقعہ بہت سے اشخاص سے غلط فہمی کا ازالہ ہو چکا ہے اور ان برطانیہ
 پرست اخباروں کی افتراض و ازی اور جھوٹے پوپیکنیڈے کا پردہ اٹھ کیا ہے۔ مگر بحثیت
 مشورہ و مطالبه "قومیت متحدة" سے انجمنیں طبع کی ہیں۔ جانب میر احسان اور جانب داکٹر
 صاحب مرخم کے بیانات مفصلاً نظر سے گزرے اور بہت سے احباب کے خطوط جمع
 شدہ ڈاک میں دستیاب ہوتے ہیں تھا کہ ان بیانات مذکورہ کے متعلق اطمینان

رائے کیا جاتے۔ نیز تہبیت سے احباب نے زبانی بھی تقاضا شدید کیا، چونکہ میں عدم الفرصة تہبیت زیادہ ہوں۔ نیز تحریر کی عادت بھی نہیں، اس لیے اس امر میں متاخر تھا کہ مجھ کو کیا کرنا چاہتے ہیں۔ آیا لکھنا اور اظہار رائے کرنا بہتر ہے یا سکوت ہی انسب ہے۔ ناگاہ جناب ڈاکٹر صاحبِ مرحوم کا آخری بیان جس میں مرحوم نے اس بحث کے ختم کر دینے کا اعلان فرمایا ہے، نظر سے گزرا۔

”جیں احمد نے اپنے بعض احباب کے خط میں اقرار کیا ہے کہ میر مقصد دہلی کے بیان میں اخبار تھا، اشارہ تھا۔ یعنی یہ مقصد تھا کہ فی زمانہ لوگ وطنیت کو قومیت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اس کی خبر دیجاتے اور یہ امر واقعی ہے کہ یورپیں اقوام اور ان کے فلاسفہ عرصہ سے اسی پر گامزن ہیں۔ اس لیے میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں (محض)۔ اس بیان سے اگرچہ دہلی کی تحریر کے متعلق ہیجان رفع ہو گیا، مگر نہ سندہ اور اس کے لیے اس جدوجہد اور عملی جامہ پہنانے کی سعی کے متعلق جو کہ میرا نہ صرف مشورہ ہی ہے بلکہ میں موجودہ احوال و ادوار میں ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ضروری سمجھتا ہوں۔ ہیجان اور بڑھ گیا۔ میں نے ۹ ذی الحجه کے بیان میں اس کی طرف بھی توجہ دلائی تھی۔ اگرچہ دہلی کی تحریر اس کی ترغیب بالکل نہ تھی۔ اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ اس کے متعلق اپنی ناچیز رائے نلک کے سامنے پیش کروں اور ان غلطیوں کا آزالہ کروں جو اس قسم کی قومیت متحہ سے مانعت اور اس کو خلاف دیانت قرار دینے کے متعلق شائع ہوئی ہیں۔ یا شائع کی جائیں۔ کانگریس ۱۸۸۵ء سے اہل ہندوستان سے بنابر وطنیت اس اتحاد قومی کا مطالبہ کرتی ہوئی بیش از بیش جدوجہد عمل میں لازمی ہے، اور اس کی مقابلہ و مخالفت قومیں اس کے غیر قابل قبول ہونے، بلکہ ناجائز اور حرام ہونے کی انتہائی کوشش غل میں لازمی

ہیں بقیئے بڑش شہنشاہیت کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز خطرناک نہیں ہے۔ یہ چیز میدان میں آج سے نہیں، بلکہ تقریباً ۱۸۸۱ء یا اس سے پہلے سے لائقی گئی ہے اور مختلف عنوانوں سے اس کی وجہ ہندوستانیوں کے دل و دماغ پر عمل میں لائی جاتی ہے۔

میں چاہتا تھا کہ ماہ محرم کے آخر تک اس بیان کو ملک کے سامنے پیش کر دوں مگر افسوس کہ انتہائی حدیم الفرصتی اور پے در پے واقعات نے مجھ کو قدم قدم پر کامیابی سے روکا۔ میں نے لکھنا اُخیں آیا میں شروع کر دیا تھا۔ مگر واقعات نے اتنا مکی زادہ میں باہر بار روڑے اٹکاتے۔ بالآخر جب کہ میں قومیت کی لفظی بحث کے اختتام پر پیغام کو مقصودِ اصلی سے ناقب اٹھانا چاہتا تھا۔ ناگاہ جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم و محفوظ کے وصال کی خبر شائع ہو گئی۔ اس ناساز اور دلگداز خبر نے خرمن خیالات و عزائم انکار پر صاعقه کا کام کیا۔ طبیعت بالکل سچ گئی اور عزائم فتح ہو گئے۔ تحریر شدہ اوراق کو طاقر نیاں کے پرداز کر دینا ہی انسب معلوم ہوا۔ اگرچہ اس کے بعد بھی احباب کے تقاضے پر شیان کر رہے تھے، لیکن طبیعت اس قدر سچ گئی تھی کہ اُبھرنے پر نہ آتی تھی۔

تو روڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و بُوچھر ہم کو کیا
آسمان سے بادہ گلخانم گر بر سا کرے

مگر جب بہت سے اشخاص و مکاتیب سے معلوم ہوا کہ ان تمام تحریروں کو لوگ سارے کی ٹھوڑت میں جمع کرنا چاہتے ہیں پے در پے اس کی خبریں اطراف و جوانب سے آئیں، تو ضروری معلوم ہوا کہ میں اپنی معلومات اور خیالات کو ضرور بالضرور ملک کے سامنے پیش کر دوں۔ اگرچہ بہت سے ان لوگوں سے جن کو بر طانیہ سے گہرا تعلق ہے۔ یا جن کے دماغ اور قلب بر طانیہ مدترین کے سحر سے مارف ہو چکے ہیں۔ اُتمیہ نہیں ہے کہ وہ اس کو قبول کریں گے، مگر امتیز ہے کہ بہت سے وہ دماغ اور دل جو کہ راہ حق کے ملاشی ہیں۔ یا جو کہ

نکوں دا وہام کاشکار ہو گئے ہیں جس کی حقیقت کے واضح ہونے پر ان کے سالم اور صحیح قلوب راہ راست پر آجاتیں گے۔ ضرور بالضرور مستفید ہوں گے۔ بنا بریں مجھکو اس عرصہ کے پیش کرنے کی نوبت آئی۔ اگرچہ اکثر مقامات پر ابجات کو نکالیات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ مگر درصل ان کا تعلق جانب ڈاکٹر صاحب مرحوم کے مفضل بیان اور جانب مدیر احسان کی تحریر ہے۔ یہ امریقی اور غیر قابل انکار ہے کہ جانب ڈاکٹر صاحب کی ہتی کوئی معمولی ہتی نہ ہتی۔ اور ان کے کمالات بھی غیر معمولی تھے، وہ آسمان حکمت و فلسفہ، شعروخن، تحریر و تصنیف دلخواہ دلاغ اور دیگر کمالات علمیہ و عملیہ کے ذریثہ آفتاب تھے۔ مگر باوجود کمالات گوناگون، ساحرین بُرطانیہ کے سحر میں بتلا ہو جانا یا بعض غلطیوں میں پڑھانا اور کسی ابجد خوان طالب علم کا اس سے محفوظ رہن کوئی تعجب خیز بات نہیں۔

گاہ باشہ کہ کوک ناداں

بغلط بر ہفت زند تیرے

◎ دہلی کی تقریر کا صلوافعہ اور قومیت مسیح کا خبر نیا

جس طرح جانب ڈاکٹر صاحب مرحوم کو میرے بعض احباب کے خطوط کے جواب سے معلوم ہتا۔ دہلی کی تقریر میں مشورہ دینا مقصود نہ تھا اور نہ کوئی لفظ اسکا ذکر کیا گیا تھا۔ میں اس تقریر میں ان نقصانات غلطیہ کو بیان کر رہا تھا، جو کہ انگریزی حکومت سے تمام ہندوستانیوں اور بخوبص مسلمانوں کو پہنچے ہیں۔ ان ہی میں سے یہ امر بھی ہے کہ چونکہ فی زمانہ قومیں اور طان سے بنتی ہیں۔ اس لیے تمام باشندہ گاں ہند، خواہ مسلمان ہوں یا ہندو، ہر کوئی ہوں یا پارسی بیرونی تمام ملکوں میں نہایت ذلیل شمار ہوتے ہیں۔ ان کی عزت اور قوت ایک غلام کی عزت سے زیادہ نہیں ہے۔ نہایت حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور ان کی باطل

اور..... مطالبات کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ اس وطن کے رہنے والے کی حیثیت سے سب ایک ہی قوم شمار ہوتے ہیں۔ بیرون ہندو یونیورسٹی میں ہندوستانیوں کو شہری ہی نہیں بلکہ انسانی حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے اور کسی قسم کا پروٹکٹ وغیرہ موڑ نہیں ہوتا۔ یہ صرف علمی کا اثر ہے۔ برطانیہ کے از لی وفاداروں کو کب ایسی بات تھکل ہو سکتا تھا۔ انہوں نے رائی کا پیارا بنایا۔ بہر حال اس میں کچھ خیر ہو۔ اس حیثیت سے یقیناً بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مگر دوسری حیثیت سے کہ جانب ڈاکٹر صاحب موصوف مسلمان ہندو قومیت متحدہ کا مشورہ دینا خلاف دیانت سمجھتے ہیں اور یہ امر خونکپے میے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اس لیے مجھ کو کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔ اس کے ضمن میں اور بھی چند ضروری گزارشات ہوں گی، جن کا ذکر شتمہ بیان میں اشارہ تھا۔ یا جن کی نسبت دوسرے حضرات کی تحریروں میں مطالبہ ہوا تھا۔

الفاظ قرآنیہ اور کلماتِ حدیثہ کا حل

صرف لفظِ عربی ہے کا

پیغمبر کو جانب باری عزادار نے کسی تسلی لفظ کے بنانے کے لیے نہیں بھجا، یہ بستہ جن کی طرف بھیج گئے، ان کے علط دستورِ اعلیٰ کے خلاف نئے اصلاحی دستورِ اعلیٰ کو ضرور بنایا انہوں نے اگر اپنی اپنی قوموں کو اسی زبان میں مخاطب بنایا، جس کو ان کی قومیں دن اور رات ستعال کرتی تھیں۔

اول کی دلیل:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا
 دِهِمْ نے نہیں بھجا کوئی رسول، مگر اُس کی قوم
 پس ان قومیہ (پا ۲۴)

لے گو ! یہ رسول تھا سے پاس تھا ہے پر وہ کسے
حق کے کر آیا ہے۔ پس ایمان لاد۔ تھا سے
لیے یہی بہتر نہیں
یَا أَتَيْهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ
الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا
حَذِيرَ الْكُفَّارِ۔ (ب ۲۴)

میں تھا سے پاس ایسی سہل مغایرہ حقیقت لے کر آیا ہوں
جس کے رات اور دن برابر ہیں۔
اتیشتم بالحنینیۃ السمعۃ البیضاء
لیلہا و نہارہا سواء (و دیگر احادیث ہیں)

لہذا تمام مخاطبات خداوندی اور مکالمات، سل کو ان ہی کی لغات میں تلاش کرنا
ضروری ہوگا۔ ان ہی کے تفاصیل پر ان کو عمل کرنا پڑے گا۔ کوئی نہیں معنی نکالنے جو کہ اس
زمانے کی قوم کی بول چال میں نہ پائے جاتے ہوں، ہخت غلطی ہوگی۔ شریعت کا بعض
الفاظ میں کوئی قید و عجزہ زیادہ کرو نیا، اس کے خلاف نہیں ہے، اسی بناء پر ہم نے
قوم اور ملت کے معنی میں عربی لغات سے مختصر کچھ نقل کر دیا تھا اور پھر اجمالاً عرض کر دیا تھا
کہ آیات و احادیث کو ٹھوٹی یہی، مگر خونکہ اس پر اکتفا نہیں کیا گیا، اس لیے مزید تفصیل عرض
کرتا ہوں۔

مخاتر الفحاح میں ہے (باب اللام فصل المیم والنوں) والملة الدین الشرعیۃ اور
باب المیم فصل القاف میں ہے۔

ملت دین اور شریعت ہے اور باب المیم
فصل قاف میں ہے کہ مردوں پر بدوں حوتیں
کے بولاجاتا ہے، اس کے لفظ میں سے سو نہ
نہیں ہے۔
النَّوْمُ الرِّجَالُ ذُوُنُ النَّسَاءِ
لَا وَاحِدٌ لَهُ مِنْ لَفْظِهِ
قَالَ زَهْرَى ۔

زہری کہتا ہے : میں نہیں جانتا اور نہیں خالی
کرتا ہوں کہ جاؤں گا کہ آیا حسن کی اولاد قوم ہیں یا عمرتیں۔
وَمَا ادْرِي وَلَكُمْ اخْتَالُ ادْرِي
اَقْوَمُ الْحَصَنٍ اَمْ نَسَاءً

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى : - لَا
يُخْرِقُونَ مِنْ قَوْمٍ شَهْرًا
وَلَا نَسَاءً مِنْ نَسَاءٍ وَرِبَاعًا
دُخُلُ النَّاسَ فِيهِ عَلَى سَبِيلِ التَّبَعِ
لَا زَقْوَنَ كُلُّ نَبِيٍّ رِجَالٌ وَنَسَاءٌ
قَامُوسِ رَبَابِ الْأَلَامِ فَصْلُ الْمِيمِ (مِنْ هُنَّ)
تَاجُ الْعَرُوسِ لِلنَّبِيِّ يَحْيَى مِنْ هُنَّ

اللَّهُ تَعَالَى فَرَمَّا تَبَّهَّ كَذَكَذَقَ قَوْمٌ دُوْسِرِيٌّ قَوْمٌ
إِشْهَرٌ أَوْ دَاهِقٌ ذَكَرَهُ اُوْرَنَّ عُورَتَهُنَّ عُورَقَوْنَ
سَهْزَهَرٌ كَرِيسَ اُوْرَكَبِهِي عُورَتَهُنَّ لَفْظُ قَوْمٍ مِنْ
بَطْرَتِبِعِيتِ دَاخِلِ جَوْهَرَاتِي هُنَّ كُنْيُوكَهُرْنَبِي كَذَقَ
مَرَادِعُورَتِ دَوْنَوْنَ هَيِّ هُنَّ.

وَالْمُلْتَهِي بِالْكَرِكَرِ الشَّرِيعَةِ اوَالدِّينِ
كَمْلَةُ الْأَسْلَامِ وَالنَّصَارَى وَالْيَهُودَةِ
وَقِيلَ هِيَ مَعْظَمُ الدِّينِ وَجَلَّهُ مَا يَجِيئُ
بِهِ الرَّسُولُ وَكَلَامُ الْمَصْنَفِ يُشَدِّرُ
إِلَى تَرَادُفِ الْثَّلَاثَةِ وَقَالَ الرَّاغِبُ
الْمُلْتَهِي بِالْمَارِسِعِ - اللَّهُ تَعَالَى لِعِبَادِهِ
عَلَى لِسَانِ اَنْبِيَاهُ لِيَتَوَضَّلُوا بِهِ الْحُفَّ
جُوارِهِ وَالْفَرْقِ بِسِنَاهِ وَبَيْنِ الدِّينِ
إِنَّ اللَّهَ لَا تَنْصَافُ إِلَّا لِنَبِيِّ الدِّينِ
بِسْمِهِ إِلَيْهِ وَلَا تَكُادُ تَوَجَّهُ مَضْنَافَةُ إِلَيْهِ
الَّهُ تَعَالَى وَلَا إِلَى اَسْحَادِ الْمَتَّهِ وَلَا
تَسْعَلُ إِلَيْهِ جَلَّهُ الشَّرَائِعُ دُونَ اَسْحَادِهِ
دِينِ مِنْ فَرْقٍ يَرْبَهُ كَذَقَتِ اَصْفَافُ اَنْبِيَاهُ، مَگَرَّ اَنْبِيَا كَيِ طَرْفُ جِنَّكَ لَا اَسْتَنَادُهُ اَوْ

الله تعالیٰ کی طرف یا احادیث کی طرف نسبت کیا ہوا نہیں پایا جاتا اور ملتِ محبوبہ شریعت کے اندر استعمال کیا جاتا ہے۔ احادیث شریعت میں نہیں۔

ابو اسحاق نے کہا کہ لفظی ملت لغت میں ملت
اور طریقہ ہے اور اسی سے ملت بنایا گیا ہے۔
یعنی وہ جگہ جہاں روٹی کھائی جاتی ہے اور ہاس
میں ہے کہ مجاز میں سے طریقہ مسلوک کہ کو ملت کہنا
اور اسی میں سے ہے کہ کہا جانا ہے کہ ملت اب ہم
علیٰ تلام خیر ہل ہے۔

قوم مردوں اور عورتوں سب کی جماعت ہے
یا صرف مردوں کی اور عورتوں اس میں تعصیت
کے ساتھ داخل ہوتی ہے۔

وقال أبو سحن : المذهب في اللغة
الستة والطريقة ومن هذا
أخذ الملة اي المرضع الذي
يُختبر فيه الى اخره — وفي
الناس ومن المجاز الطريق المسلوك ومن
ملة ابراهيم عليه السلام خير الدليل
اور قاموس باب الميم فضل القاف
الفؤم الجماعة من الرجال والنِّسَاء
معاً والرجال خاصة او تدخل
النساء على الشفاعة

ماج العروس شرح قاموس میں ہے :

الْقَوْمُ الْجَمَاعَةُ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَاءِ

مَعَالَانِ قَوْمٌ كُلُّ رَجُلٍ شَيْعَتُهُ وَ عَشِيرَتُهُ

أَوْ الرِّجَالُ خَاصَّةٌ دُونَ النِّسَاءِ لَوْلَا حَمَّةٌ

مِنْ لِفْظِهِ قَالَ الْجُوهَرِيُّ وَ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى

لَا يُسْخِرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ ثُمَّ قَالَ وَ لَا نَأْ

مِنْ نِسَاءٍ أَيْ فَلَوْ كَامَتْ مِنْ نِسَاءٍ مِنْ الْقَوْمِ

لَهُ يَقُلُّ وَ لَوْ نَسِمَ نِسَاءً - قَالَ زَهْبِيُّ

عورتوں سے سخہ رین نہ کرے بھی اگر تو میں
 قوم میں سے ہو تیں، تو یہ فرماتے، ولا نسا
 من نسوانہ ہیر کرتا ہے، و ما ادری و سوف
 اخال انہ اور اسی معنی میں یہ حدیث ہے :-
 فلیسح القوم ولتصفح النساء اور ابن اثیر نے
 کہا کہ قوم ہم میں قام کا مصدر ہے۔ پھر اس کا
 استعمال مردوں پر غالب ہے، بغیر عورتوں کے
 مرد لفظ قوم سے اس یہ تعبیر کیے جانے کے
 کوہ عورتوں کے ان امور کے ذمہ دار ہو گئے
 اور ان کو روپے کرنے لگے، جو کہ عورتوں کے اقتداء
 سے باہر ہتھے، ابوالعباس سے روایت کیا
 گیا ہے کہ نفرا اور قوم اور رہط عبیون کے معنی
 جمع کے ہیں، ان کے الفاظ سے مفرضہ میں پایا جائی
 مردوں کے لیے بدون عورتوں کے استعمال کیا
 جاتا ہے۔ یا عورتیں بھی اس لفظ میں تبعاد حاصل
 ہو جائیں گی، کیونکہ ہر سپری کی قوم مرد اور عورت
 ہیں۔ (رجہری) یہ لفظ مذکور بھی لا یا جاتا ہے، ہم
 مونث بھی، کیونکہ ایسے اسم جمع جن کا مفرد اس لفظ سے نہیں ہے، جب کہ آدمیوں کے لیے ہوں
 تو مذکرا اور مونث دونوں ہوتے ہیں، جیسے رہط اور نفرا اور قوم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وکذب بہ تو مک
 اس میں قوم کو مذکور کیا گیا ہے اور دوسرا جگہ فرمایا، کذبت قوم فرح المسلمين۔ اس میں مونث بتایا گیا ہے۔

وما ادری و سوف اخال ادری
 اقوم الْحَصِنِ ام نسائُه
 ومن الحديث فليسح القوم ولتصفح
 النساء وقال ابن الأثير القوم في الأصل
 مصدر قام شوغلب على الرجال دون النساء
 ستوا بذلك لنهنّ نساء قوامون على النساء
 بالمؤراثي ليس للنساء ان يقين بهما
 دروی عن أبي العباس النفر والقوم الرهط
 هولة معنام الجمع لا واحد لهم
 من لفظهم للرجال دون النساء او تدخل
 النساء على سبيل الشبيهة لأن قوم كلّ بني
 رجال ونساء قال الجعري يذكر ويونث
 لأن اسماء التجموع التي لا واحد لها من لفظها
 اذا كان للآدميين يذكر ويونث مثل رهط
 ونفر و قوم قال الله تعالى و كذب به قومك
 فذكر و قال الله تعالى كذبت قوم فرح
 المسلمين فانت - الخ

مجمع البحار میں ہے:

ما شَرَعَ اللَّهُ لِعِبَادِهِ عَلَى الصِّدْقَةِ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَسِتَّ عَمَلٍ فِي جَلَّةِ الشَّرَائِعِ لِذِي احْدَادِهَا شَرَائِعٌ
أَتَسْعَتْ فَاسْتَعْلَمْتُ فِي الْمَلَكَ الْبَاطِلَةَ فَقِيلَ
الْكُفُرُ مَلَكٌ وَاحِدٌ.
کر کے ملت باطلہ میں بھی استعمال کیا جانے لگا اور کہا گیا کہ کفر ملت واحد ہے۔

المجید صفحہ ۸۲۱ میں ہے:

الْمَلَكُ الظَّرِيقَةُ وَالشَّرِيعَةُ فِي الدِّينِ
وَالدَّيْنُ جَمِيلٌ
مَلَكُ طَرِيقَتِيَا شَرِيعَتِيَا وَرَدِيَتِ رَخْنَبَهَا
جمع اس کی ملک ہے۔

اور اسی میں صفحہ ۳۰۲، میں ہے۔

الْقَوْمُ الْجَمَاعَةُ مِنَ النَّاسِ۔ اقوام و
اقوام واقاشر واقاویم قوم الستّ جل
اقرباءُ الَّذِينَ يَجْتَمِعُونَ معاً فِي جَدٍ
واحدِ القومِ ايضاً الْعَدَاءُ
قوم آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اقوام اقسام
اقسام، اقسام، جمیں آدمی کی قوم اس کے وہ
اقرباء ہیں، جو کہ ایک دادا میں جمع ہوتے ہوں
اور قوم کا اطلاق دشمنوں پر بھی آتا ہے۔

مذکورہ بالاعبار میں کتب لغت عربی کے مختلف طبقات یعنی طبقہ اولیٰ و سطی آخری
کی نقل کی گئی ہیں۔ تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ملت اور قوم کے معنی اور مفہوم کا فرق مذکورہ ہمیشہ
سے سلم چلا آتا ہے۔ اگرچہ حقیقت اعتبر طبقہ اولیٰ ہی کے استعمالات اور بول چال کا ہے
مگر ہم نے مزید توضیح کے لیے طبقہ وسطیٰ اور آخری کی تصریحات نقل کر دیں، تاکہ یہ کہنے کا نق
باقی نہ رہے کہ حال کی عربی فارسی اور ترکی زبان میں سندات موجود ہیں، چونکہ یہ ظاہری
ہے۔ عربی میں اگر لغت کے خلاف کوئی شخص کسی لفظ کو استعمال بھی کرے گا، تو اس کو

یقیناً غلط کہنا پڑے گا۔ فارسی یا ترکی اہل لسان نہیں۔ ان کا قول پاپتہ عہت سب اور نہیں رکھ سکتا اور اگر بالفرض ایسا ہو جی تو جب کہ بلاشک مسلم ہے کہ عربی میں یہ لفظ اور بالخصوص قرآن مجید میں شرع اور دین کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس زمانے کے لوگ کسی دوسرے معنوں میں بھی استعمال کرنے لگے ہیں، تو بخلاف وہ شخص جس نے عربی لفظ کو اصلی اور قدیمی لفعت اور قرآن کی زبان میں استعمال کیا ہے کس طرح مستحق ملامت ہو سکتا ہے۔ بو عجبی کیا ہے۔ زمانہ حضرت محمد عربی علیہ السلام میں جو استعمال ہوتا تھا۔ اس میں استعمال کرنے والا مقام مختار عربی سے ناواقف ہے؛ یا وہ شخص جو زمانہ حال کے معنوں میں لفظ کو استعمال کر رہا ہے اور زمانہ نبوت کے معنوں کو ترک کر رہا ہے اور اگر عزور کیا جائے تو متاخرین عرب اور فارسیوں اور ترکوں نے بھی لفظِ ملت کو قوم کے معنی میں کہیں بھی استعمال نہیں کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سب کے سب کے یہاں ملت کے وہی معنی ہیں، جو پہلے مذکور ہوئے گر کرتے استعمال کی وجہ سے عبارت میں اختصار کیا جاتا ہے اور مضاد یعنی لفظ اہل یا اس کے مراد ف لفظ کو بسا اوقات عبارت میں سے اختصار انکال دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ متعدد مقامات میں لفظِ فتنۃ کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا ہے اور یہ طریقہ عربی زبان میں بہت زیادہ شائع ہے اس لیے یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ لفظِ ملت معنی قوم مستعمل ہو اور اگر ایسا ہو تو باہمی تو قابلِ اعتماد نہ تھا۔ اگر کوئی شخص اپنے اشوار اور خطب میں اس قسم کا تصرف کرے تو یہ کس کی اصطلاح ہے۔ اس کو دوسروں پر نکتہ چینی کا کوئی موقع نہیں۔

نوت: مذکورہ بالآخریات سے معلوم ہو گیا کہ لفظ لفعت عربی میں قوم کے چند معنی ہیں۔

- صرف مردوں کی جماعت بدون عورتوں کے۔

۲۔ بالقصد صرف مردوں کی جماعت اور عورتیں تنباکس میں داخل ہوں۔

۳۔ عورتوں اور مردوں سب کی جماعت۔

لہذا یہ کہنا کہ گویا لغوی اعتبار سے عورتیں قوم میں شامل نہیں، لیکن قرآن حکیم میں جہاں قوم موسیٰ اور قوم عاد کے الفاظ آتے ہیں۔ وہاں ظاہر ہے کہ عورتیں اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ غیر صحیح ہے۔ لغتِ عربی کے لحاظ سے جب کہ قوم مختلف معنوں پر پوچھاتا ہے تو قرآن شریف میں کسی بجھے ان معنوں میں سے کوئی ایک معنی مراد نہیں لغت کے خلاف نہ ہوں گے۔ حالانکہ خود قرآن میں سورہ ججرات میں فقط قوم سے صراحت کے ساتھ عورتوں کو نکال دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بحث بھی باقی رہ جاتی ہے۔ قوم موسیٰ علیہ السلام اور قوم عاد میں عورتیں داخل بالذات ہیں۔ یا بالائع۔ یہ ایسا ہی ہے، جیسے بہت سے صیغہاتے احکام قرآنیہ ایسے الفاظ اور اسمائے کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ جو کہ بالاتفاق مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مکروہ احکام عورتوں کو بھی سُٹھ مل ہیں۔

قرآن شریف سے قوم کے معنی کی تحقیق

قرآن شریف پر ہم جب کہ تحقیق قوم اور ملت کے لیے نظر ڈالتے ہیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ لفظ قوم تقریباً دسوے سے زائد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ہم تفضیل اس سب کو جمع کریں تو بہت زیادہ طوں ہو جائے گا۔ اور اگر ہم کو یہ نہ کہا جاتا، لیکن کیا اتھا ہوتا کہ اگر میری خاطر نہیں تو عامتہ المیمین کی خاطر فاسد سے گزر کر قرآن حکیم کی طرف مولانا رجوع کر لیتے اور اس خطناک غیر اسلامی نظریے کو مسلمانوں کے سامنے رکھنے سے پریشان خدا تے پاک کی نازل کردہ مقدس وحی سے بھی استشهاد فرماتے۔ مجھے تسلیم ہے کہ میں عالم دین نہیں، نہ عربی زبان کا ادیب ہے

قلدر جز و حرف لا إله كُلُّ حُمْنٍ نَّبِيْسٌ رَّكْتَا
فِيْهِ شَهْر قَارُونَ هَبَيْتَ لُغْتَتَهُ حِجَازِيَّ كَا

لیکن آپ کو کوئی چیز مانع آئی کہ آپ نے صرف قاموس پر اکتفا کی، تو شاید جم
اس تھوڑی سی تفصیل لغوی کا بھی قصد نہ کرتے، کیونکہ ہم نے لغت کے معنی بیان کرتے ہوئے
قاموس کے علاوہ مجمع البحار کی عبارت کو بھی پیش کر دیاتھا اور چونکہ مجمع البحار انھیں معانی
کو — بیان کرتا ہے جو کہ آیات اور احادیث میں لیے گئے ہیں۔ اس لیے اس کی تصریح
نقل کر دینی کافی تھی اور بھرا جمالی طور پر بھارا یہ عرض کر دینا کہ آیات اور احادیث
کو ٹوٹ لیے۔ اس طرف پوری رہنمائی کر رہا تھا۔ نیز جیسا کہ ہم پہلے کہ آئے ہیں کہ پیغمبرِ قوم یہ
کی زبان میں خطاب کیا کرتا ہے، حتیٰ لغت نہیں بناتا۔ اس لیے لغت سے کسی معنی کا نقل
کر دینا بڑے درجہ تک یہاں کافی تھا، بہر حال چونکہ مطالuba کیا گیا ہے۔ اس لیے ہم کچھ
عرض کرنا چاہتے ہیں۔ لفظِ قوم قرآن شریف میں مذکور ہوا ہے، کہیں نکرہ ہے، تو کہیں
معرفہ، جہاں معرفہ ہے تو کہیں الف و لام سے معرفہ بنایا گیا ہے۔ اور کہیں اضافت
سے، جہاں اضافت سے معرفہ بنایا گیا ہے، تو کہیں اسم ظاہر کی طرف اضافت کیا گیا ہے
کہیں اسم ضمیر کی طرف مضاد ہونے کی صورت میں بھی، کہیں ضمیر غائب کی طرف
اضافت کی گئی ہے، کہیں ضمیر خطاب کی طرف، کہیں ضمیر مترکلم کی طرف، کہیں مفرد کی طرف
کہیں جمع کی طرف، کہیں تثنیہ کی طرف۔ لفظ قوم جس جگہ نکرہ واقع ہوا ہے۔ یا محلی بالام
ہے۔ ان مقامات میں اگرچہ اشتراک اور مسلمانوں اور غیر مسلموں میں اتحاد قومیت پر صراحة
دلالت نہیں، نگر جس جگہ مضاد واقع ہوا ہے اور مضاد الیہ مسلمان یا پیغمبر ہے اور
کلام غیر مسلم کے متعلق ہے تو یقیناً اس جگہ پر مشکوں اور کفار کا پیغمبر یا مسلمانوں کے تھے
قومیت متحدہ میں خلک ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے۔

کذبت قوم نوح المرسلین، کذبت قبلہم قوم نوح واصحاب
الراس وشود وعاد وفرعون وانهوان ولوط واصحاب المذکوہ وقوم تبع
مخالف آیتوں میں اضافہ پیغمبر کی طرف لفظ قوم کی کی گئی، جن میں قوم نوح ۱۴،
قوم ابراہیم، قوم لوط، قوم صالح، قوم ہود وغیرہ الفاظ ذکر کئے گئے ہیں۔ اسی طرح
کہیں اضافت لفظ قوم کی پیغمبروں کی ضمیر غائب کی گئی ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمٍ . (پ ۱۴)

وَإِذْ فَاتَ الْمُوسَى لِقَوْمِهِ . (پ ۱۵)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ فَاتَ الْأُولُونَ

إِنَّا بِرَبِّكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ . (پ ۱۶)

اسی طرح کہیں ضمیر مخاطب کی طرف اضافت ہے۔ جس میں خطاب پیغمبر کو ہے ہا
ہے؛ فَإِنَّ اللَّهَ لَذِكْرُكَ وَلِقَوْمِكَ وَسُوقَ تَشْلُونَ (پ ۱۰)، لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ فَتَدْ
أَمَنَ (پ ۲۳)، وَلَكَمَا أُضْرِبَ أَبْنُ مُوَيْمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمَكَ مِنْ يَصِدُّونَ (پ ۱۲)، أَنْ أَخْرِجَ
قَوْمَكَ مِنَ الظُّلْمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِرْهُمْ بِإِيمَانِ اللَّهِ (پ ۱۲)، أَنْ يَبْقَى الْقَوْمُ كَمَا يُضْرِبُونَ تَائِيَةً (پ ۱۷)

اسی طرح کہیں ضمیر کلمہ کی طرف اضافت ہوتی ہے جس سے پیغمبر مراد ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ أَنَّ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلٍ أَنَّ يَأْتِيهِ عَذَابُ الْيَمِنِ، قَالَ يَقُولُمِ الَّذِي لَكُمْ نَذِيرٌ
مُّبِينٌ . (پ ۱۹) يَقُولُمِ هُنْ لَهُ بَنَانِي هُنْ أَطْهَرُ لَكُمْ (پ ۱۸)، يَقُولُمِ لَا اسْلَمْكُمْ عَلَيْهِ أَجْرَكُ (پ ۱۹)
يَقُولُمِ أَرَءَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْ تَرْبِي (پ ۱۸)، وَيَا قَوْمِ هَذِهِ تَآقَةُ اللَّهِ لَكُمْ رَايَةً
(پ ۱۹)، يَقُولُمِ أَنْ هُنْ لَنِي أَعْزَ عَلَيْكُمْ مِنْ اللَّهِ (پ ۲۰) وَيَقُولُمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ شَهَدَ تَوبَةُ الْيَمِنِ (پ ۱۹)
يَقُولُمِ لِكَمْ تُؤْذُونِي وَقَدْ تَعْلَمْتُ أَنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ (پ ۱۹) وَيَقُولُمِ اعْلَمُوا
عَلَى مَكَانِتُكُمْ إِنِّي عَامِلٌ (پ ۲۰)

غرضیکہ اس قسم کی بے شمار آئیں ہیں جن میں غیر مسلموں کو اور پیغمبر کو ایک قوم بتا گیا
ہے اور کفار کو پیغمبر کی طرف بوجہ اتحاد و نسب یا اتحاد وطن وغیرہ سے نسبت کیا گیا ہے
اسی طرح بہت سی آئیں ہیں جن میں مسلمانوں کا کافروں کو اپنی قوم قرار دیتے ہوئے ہیں
لذ کو رہوا ہے۔

مُؤْمِنُونَ مِنْ أَهْلِ فِرْعَوْنَ كَتَبَهُ :

لے مری قوم : تمہاری بادشاہی ہے۔ آج
بڑھ چڑھ ہے ہر ملک میں۔

لے قوم : میری اتباع کرو۔ میں تم کو بھی
لاتے کو دکھاؤں گا۔

لے قوم : پس دنیا کی زندگی تو قلیل فائدہ
ہے اور آخرت ہمیشہ ہنے کا گھر ہے۔

لے قوم : مجھ کو کب ہو گیسا کہ میں تم کو
بلما ہوں سختات کی طرف اور تم ہم کو بلتے ہو
وزخ کی طرف۔

لے قوم : مجھ کو اندر ہیشے ہے تم پر الگی جاعتوں کا
لے قوم : میں خوف کرتا ہوں، تم پر قیامت کے
دن کا۔

يَقُولَ لِكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظِلْمٌ
فِي الْأَرْضِ . (ب۔ ۲۳۔ ع۔ ۱۰)

يَقُولُ إِنَّمَا يُعَذَّبُونَ أَهْلَكُمْ سَبِيلًا
الرَّشَادِ . (ب۔ ۲۳۔ ع۔ ۱۰)

يَقُولُ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الْتَّسِيَامَاتِيَّةُ
وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْفَتَرَارِ . (ب۔ ۲۳۔ ع۔ ۱۰)

وَيَقُولُ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجْوَةِ وَ
نَدْعُونَكُمْ إِلَى الشَّارِ . (ب۔ ۲۳۔ ع۔ ۱۰)

يَقُولُ إِنَّمَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلُ يَوْمِ الْحِزَابِ
وَيَقُولُ إِنَّمَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ السَّادِ . (ب۔ ۲۳۔ ع۔ ۹)

مُؤْمِنُونَ عَلَيْهِ التَّلَامِ كَتَبَهُ :

يَقُولُ إِنَّمَا يَعْلَمُ الرَّسُلُونَ هُوَ الَّذِي أَتَبِعُوا مَنْ
لَمْ يَسْتَكِمْ أَحْبَرَ أَقْمَمْ مُهْتَدُونَ

(ب ۲۲ - ۱۹)

راہ پائے ہوتے ہیں۔

لَيْلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُونَ لَا يَسْمَا عَفَرَاتٍ

رَقْبَتْ وَجَعَلَتِي مِنَ الْمُكَرَّمِينَ

(ب ۲۲ - ۱۸)

اللَّهُ تَعَالَى فَرَمَأَهُ:

اور نہ ہم نے آتا را، اُس کی قوم پر اس کے

بعد کوئی شکر آسمان سے،

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمٍ مِنْ بَعْدِهِ

مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ (ب ۲۲ - ۱۸)

مومنین قوم موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا جاتا ہے:

قارُون مُوسیٰ کی قوم میں سے تھا، پر وہ ان پر

ظلُم کرنے لگا جب اس سے کہا اس کی قوم

کہ اڑا مت۔ بے شک اللہ تعالیٰ پہنچ

کرتا ہے اڑانے والوں کو، پس بکلا قارُون

اپنی قوم پر اپنی آرائش میں۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمٍ مُوسَى فَبَغَى

عَلَيْهِمْ إِذْ قَاتَلَهُ قَوْمُهُ لَمَّا تَفَرَّجَ

إِنَّ اللَّهَ لَمَّا يُحِبِّ الْفَرِحَىْنَ - فَخَرَجَ

عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ.

(ب ۲۰ - ۱۶)

مومنین جن کے متعلق فرمایا جاتا ہے:

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكُمْ فَغَرَّا مِنَ الْجِنِّ

يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوا

قَالُوا أَنْصِتُوا هَذِهِ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَوْا إِلَى

قَوْمِهِمْ مُشْذِرِينَ هَذَا مَا يَقُولُونَا

إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِنْ

لَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ

اور یاد کرو، جب کہ ہم نے متوجہ کیا، تیری ٹر

جنوں کی ایک جماعت کو کہ وہ منہنگے کہ اُن

تجب پیغمبر کے پاس آپنے، ایک دوسرے

سے بولے کہ خاموش رہو، پس جب پڑھنا تم

ہو، تو وہ لوٹ گئے اپنی قوم کی جانب ڈلتے

ہوتے، کہنے لگے کہ ہے ہماری قوم ہم نے

ایک کتاب شنی، جو نازل ہوئی ہے، موئی کے بعد سے۔ تباقی ہے تمام کتابوں کو۔ ہمیت کرنی ہے پچھے دین اور ایک سیدھے راستے کی جانب لے ہماری قوم اکھا مان لو، اشک کی طرف بُلانے والوں کا اور کس پر ایمان لے آؤ۔

بَيْدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ
وَإِلَفَ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ
يَقْتَوْمَنَا أَجْتِبُوا دَارِعَيْ
اللَّهِ وَأَمْسُنُوهُ.

(پ ۲۱۴۰)

ان تمام آیتوں میں مسلمانوں اور کافروں کو ایک قوم فتحہ رہے کر ایک کو دوسرا کی طرف نسبت کیا گیا ہے، جس میں علاقہ بجز نسب یا وطن اور کیا ہو سکتا ہے۔

بارگاہِ الہی سے جانب رسول اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں کو بعد

تقریزیں اور شرعیت کہا جاتا ہے:

كُبُودُكَلَّيْ مِيرِيْ قَوْمٌ : تَمَّ أَبْنَى حَجَّجَرَ عَلَى كَرَدِ، مِنْ
فَثْلُ يَقْتُومُ اَخْلُوْمَا عَلَى
مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَتَامِلُ
سَوْفَ تَعْلَمُونَ . (پ ۱۲۴۰)

۱. الغرض یہ آیتیں صاف طور سے ظاہر کر رہی ہیں کہ:

۱. قرآن کے نقطہ نظر اور ساتھا میں، افظ قوم اپنے معنی کی حیثیت سے مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ ہر اس جماعت پر بولا جائے گا، جن میں کوئی رابطہ ہو خواہ نسب کا یا وطن کا یا پیشے کا یا زبان وغیرہ کا۔

۲. قومیت میں اشتراک مسلم اور کافر ہو سکتا ہے اور قرآن کے ساتھا میں یہ موجود ہے ج۔ پیغمبری اتحادِ قومیت میں کافر اور مشرک اور فاسق کے ساتھ دنیا میں تعلق رکھ سکتا ہے اور رکھتا ہے۔

نوٹ: جواب میں فرمایا گیا ہے:-

اور یہ اتباع و اطاعت کی دعوت اس لیے ہے کہ قوم چونکہ کوئی
شرع و دین نہیں، اس لیے اس کی طرف دعوت اور اس سے تک
کی ترغیب عجیب تھی، کوئی گروہ ہو، خواہ وہ قبلیے کا ہو، نسل کا ہو،
ڈاکوؤں کا ہو، تاجرؤں کا ہو، ایک شہر والوں کا ہو، جغرافی امت پار
سے ایک ملک یا ایک وطن والوں کا ہو، وہ محض گروہ ہے، رجال کا
یا انسانوں کا، وحی الہی یا نبی کے نقطہ خیال سے ابھی وہ گروہ ہدایت
یافتہ ہنیں ہوتا۔ اگر وحی یا نبی اس گروہ میں آئے تو وہ اس کا پہلا
محاطب ہوتا ہے، اس لیے اس کی طرف منسوب بھی ہوتا ہے، قوم نوح
قوم نوٹ، قوم موسیٰ (علیهم السلام)، لیکن اگر اسی گروہ کا مقصد اکوئی
باڈشاہ یا سردار ہو تو وہ اس کی طرف بھی منسوب ہو گا، مثلاً قوم عاد
قوم فرعون،۔ اگر ایک ملک میں دو گروہ اکٹھے ہو جائیں اور اگر وہ
ستفنا فتحم کے رہنماؤں کے گروہ ہوں، تو وہ دونوں سے منسوب
ہو سکتے ہیں، مثلاً جہاں قوم موسیٰ تھی، وہاں قوم فرعون بھی تھی۔ فا
قالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمٍ فَرْعَوْنَ أَنَّهُمْ مُوسَىٰ وَقَوْمٌ لَيْكُنْ هُرْثَمٌ پَرْ جَهَانَ قَعْدَمْ
کہا گیا۔ وہاں وہ گروہ عبارت تھا، جو ابھی ہدایت یافتہ اور غیر ہدایت یافتہ
سب افراد پر مشتمل تھا، جو افراد پیغمبر کی متابعت میں آتے گئے تو عبید
تیکم کر لیے گئے یاد اضع معنوں میں سلم ہو گئے، یاد رہے کہ دین اور ملت
کفار کی بھی ہو سکتی ہے۔ اُن ترکت ملة قوم لہ یومنون با اللہ۔

یعنی عجیب و غریب عبارت بھی ہے ہی قول کی موتد ہے کہ قرآن شریف ہدایت یافتہ
اور غیر ہدایت یافتہ سب میں اتحاد و میت کی بانگ بلند کرتا ہے، ہم بھی تو اسی کے قابل

تھے۔ یہ امر قرآن کی آیات سے واضح طور پر نہیں ہوا ہی تھا، اقرار بھی کر لیا گیا۔ اب یہ فرمانا کہ دین اور ملت کفار کی بھی ہو سکتی ہے، یہ بھی تعجب کی بات ہے، ہم نے خود مجمع البخار کی عبارت میں سے نقل کر دیا تھا : شواستحت فاستعملت فی الملة الباطل فقیل الکفر ملة واحدة اور جو عبارت ہم ابھی تاج العروس شرح قاموس سے نقل کر کے آئے ہیں، وہ اور بھی وضاحت کرتی ہے، مگر باوجود اس کے ملت اور قوم کا فرق عظیم الشان دائم و قائم ہے۔ ملت دین یا شریعت یا طریقے کو کہتے ہیں، خواہ حق ہو یا باطل، اور قوم صرف مردوں یا مردوں اور عورتوں کی جماعت کو کہتے ہیں، خواہ ہدایت یافتہ ہوں۔ یا غیرہ ہدایت یافتہ یا مختلف بشر طبقے ان میں کوئی علاقہ جامعہ موجود ہو اور اسی وجہ سے ایک اکمل انسان کیہ نہایت گرے ہوئے انسان کا ہم قوم ہو سکتا ہے، اس کے بعد یہ اشتادنکو رہ ذیل نہایت ہی عجیب ہے :

ایک قوم کی ایک ملت یا اس کا منہاج تو ہو سکتا ہے، لیکن ملت کی قوم کمیں نہیں آیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا نے قرآن شریعت میں ایسے افراد کو جو مختلف اقوام اور ملے سے بدل کر ملت ابراہیمی میں داخل ہو گئے، ان کو داخل ہونے کے بعد لفظ قوم سے تعبیر نہیں کیا، بلکہ امت کے لفظ سے ان گزارشات سے میرا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک میں دیکھ سکا ہوں، قرآن کریم میں مسلمانوں کے لیے سوائے امت کے اور کوئی لفظ نہیں آیا، اگر کمیں آیا ہو تو ارشاد فرمائیے ۔

اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو ذکر نہ فرمہانا لفظ کی دلیل کیونکہ ہو سکتا ہے۔ باخصوص حب کہ قوم کے معنی لغوی اور شرعی اس پر صادق آرہے ہوں، خود فرمائچے ہیں کہ ہدایت یافتہ تو وہی لوگ ہیں جو ملت نبوت میں داخل ہو چکے ہیں، ہم موسیٰ آں فرعون، موسیٰ قوم موسیٰ علیہ السلام

مومن سل علی علیہ السلام اور مومنین حضرت محمد علیہ السلام، جنت کے اقوال آیات قرآنیہ سے نقل کرائے ہیں۔ بلکہ مومن سل علی علیہ کو مرنے کے بعد حب کہ بھارت دخول جنت سے نوازا جاتا ہے تو کافروں کو اپنی قوم قرار دیتا ہوا یادیت قومی یعالمون... الایہ... کہتا ہے۔ قرآن پغمبرین کو جو کہ پیدائشی ارباب ایمان ہوتے ہیں، غیر مسلموں کا ہم قوم قرار دیتا ہے۔ پھر یہ تفرقی عجائباتِ دُہر میں سے نہیں ہے تو کیا ہے؟ مگر ان سب باقی سے قطع نظر کے ہم فرآن پر نظر ڈالتے ہیں، تو مختصر کی وہ آیت جس کو ہم پہلے ذکر کرائے ہیں، اس پر واضح طور پر روشنی ڈالتی ہے:-

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي
إِبْرَاهِيمَ - وَالَّذِينَ مَعَهُ - إِذْ فَتَأْلَمُ
لِقَوْمِهِ صُرِّأْتَأْنَا بِرَبِّهِ وَأَمْسَكْتُمْ مِنْتَأْ
تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ
وَبَدَّ أَبْيَنْنَا وَبَيْنَكُمْ وَالْعَدَاوَةُ
وَالْبَغْضَاءُ أَبَدَّ أَحَىٰ تُؤْمِنُوا
بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَهٌ قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ -
مگر ہم ایک کہنا ابراہیم کا۔

(پ ۲۸ - ۴)

یہ فہری لوگ ہیں، جو کہ ملت ابراہیمی میں اپنی اپنی ملتوں کو حچکر کر دا خل ہو چکے ہیں، نیز حبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الدواع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر کہ حیلہ کو خانہ کعبہ سے کیوں جدا کیا گیا۔ اس کا دروازہ کیوں اونچا کیا گیا۔ فرماتے ہیں، ان قوم ک فصرت بہرائیتہ و لولا ان قوم ک حدیث عہدہ هم بجاہلیۃ لنقضت الكعبۃ۔ الحدیث فرماتے ہیں، علیہ الرقیب ف اکرین کی اس جماعت کے متعلق جن کا ذکر مقبول ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ

ملائکہ کے اسیں اس جماعت میں فلاں فلاں شخص محسن تماشے کی غرض سے آتے تھے، تو فرمایا جاتا ہے : اول شکِ القوم لَا يشقي جليسهم .

”روا، ما البخاری و مسلم وغيرها“

ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ بالا اور یہ دونوں حدیثیں ان ہی کے باشے میں ہیں، جو کہ ملتِ ابراہیم میں اخیل ہو چکے ہیں، مگر ان کو اس کے بعد بھی قوم کے نظر میں اخیل اور غیر اخیل کے ساتھ شرک کیا گیا اور آخر روایت میں تصرف انہیں ملاؤں کو نظر قوم سے تعبیر کر لایا گیا ہے۔ پھر یہ تفرقہ محسن خیالی یا شاعرتی یا فلسفیت نہیں ہے تو کیا ہے۔

اور پھر حب کے ارش دکیا جاتا ہے :

قوم رجال کی جماعت کا نام ہے اور یہ جماعت باعتبار قبیلہ نہ لگ زبان، وطن اور اخلاقی نہار جگہ نہار زمک میں پیدا ہو سکتی ہے۔

اور ابھی ابھی یہ ارش دھو چکا ہے :

القوم چونکہ شرع و دین نہیں، اس لیے اس کی طرف دعوت اور اسے تمک کی ترغیب عبیث تھی، کوئی گروہ ہو، خواہ دُوہ قبیلہ کا ہو، نسل کا ہو تو کیا مانع ہے کہ ملتِ ابراہیم میں اخیل ہونے کے بعد دُوہ ملت واحده اقوام مختلفہ میں ان وجہ سے مقسم ہو جائے، کوئی قوم اوس، قوم خزرج، قوم قریش، قوم انصار، قوم مهاجر، قوم فراگ، قوم صوفیہ، قوم افغان، قوم کنڑا، قوم قصائی نہ ہے۔ بہرال یہ فلسفہ ہماری سمجھ سے باہر ہے، ہم تو سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان وجہ مختلفہ سے ملت بھی اقوام مختلفہ کی طرف تقیم ہوتی رہی ہے اور ہو سکتی ہے۔

لفڑِ امت پر صحبت : نظرِ امت کے متعلق بہت زور سے فرمایا جاتا ہے

ایسے افراد کو جو مختلف اقوام اور ملے سے بٹھ کر ملت ابراہیمی میں داخل ہو گئے۔ ان کو داخل ہونے کے بعد لفظ قوم سے تعبیر نہیں کیا بلکہ امت کے لفظ سے۔

دوسرا جگہ ارشاد ہے:

جہاں تک میں دیکھ سکا ہوں، قرآن کریم میں مسلمانوں کے لیے امت کے سوا اور کوئی لفظ نہیں آیا، اگر آیا ہو تو ارشاد فرماتی ہے۔

یہ بھی لغت سے تجاوز ہے۔ لُغْتُ عَرَبِيٍّ مِنْ أُمَّةٍ کا لفظ وہ خصوصیت نہیں رکھتا، جو جانب ڈاکٹر صاحب ارشاد فرمائے ہے ہیں:

صفحہ ۱۵ میں ہے:

الْأَمَّةُ الْجَمَاعَةُ الْبَعِيلُ مِنَ النَّاسِ لفظ امت کا اطلاق جماعت انسان کے گروہ

طَرِيقَةُ زَمَانَةٍ قَامَتْ بِهِ فَهُوتَابَةُ الْأَطْرِيقَةُ الْبَعِيلُ الْفَاتَامَةُ.

محاذار الصحاح میں ہے:

الْأَمَّةُ الْجَمَاعَةُ قَالَ الْأَخْفَشُ هُوَ امت بمعنی جماعت ہے۔ امام اخشن فرماتے
هیں کہ یہ لفظ کے اعتبار سے واحد اور منی
کے اعتبار سے جمع ہے اور جاندار کی ہر جنس
کو امت کہتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ اگر کچھ
ایک جماعت نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا
حکم دیتا اور امت بمعنی طریقہ اور دین ہے۔
والله ان الكلاب امة من الامم
لولا ان الكلاب امة من الامم
لا مرت بقتلها والامة الطريقة
والدين.

قرآن شریف میں ہے:

وَ إِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا حَنَّلَ فِيهَا كوئی امت نہیں ہے مگر کس میں خدا کا طرف
نَذِيرٌ . (ب۔ ۲۲۔ ۱۰)

دُوسری آیت میں ہے :

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ
اعْبُدُوا لِلَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ ۗ ۗ ۗ

ایک اور آیت میں ہے :

وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةٌ
وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ
بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِ سُقُفًا مِنْ
فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۚ ۗ ۗ ۗ ۗ

اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی امت
ہو جائیں گے تو ہم جن کے کُفر کرنے والوں کے
گھروں کی چھتریں اور سری ٹھیکیں کو جس پڑھتے
ہیں، چاندی سے کر دیتے۔

خلاصہ یہ کہ لفظ امت کی تفسیر حوجناب ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ یہ بھی خانہ زاد
ہے، لفظ امت اگرچہ بہت سے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے، مگر ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ بالا
معنی کی خصوصیت نہیں رکھتا، بلکہ لفظ قوم ہی مراد ف اکثر مستعمل ہوتا ہے، چنانچہ آیات
مذکورہ بالا سے واضح ہو گا، نہ لفظ امت کا اطلاق صرف قوم ایسا ہی میں داخل ہونیوالا
صرف لفظ امت سے بلایا جاتا ہے، بلکہ اس پر قوم وغیرہ بھی الفاظ اطلاق کیے جاتے ہیں

قومیت کے متعلق معنوی ابجت

اسلام عالمگیر مذہبی

جناب رسول اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر ہجیج گئے، وہ کسی خاص قوم
او کسی خاص ملک کی طرف بھیج گئے، اس لیے ان کی شریعت اور ان کے قوانین تمام اقوام
انسانیہ اور تمام مالک ارضیہ پر حاوی نہ تھے۔ ان سے مقصد اسی قوم کی اصلاح ہوتی تھی اور
اسی کے مناسب احکام آتتے تھے۔ بخلاف جنوب رسول اللہ علیہ وسلم کے، امپ تام

انماں بلکہ تمام عوالم کی طرف بھیجے گئے اور سب کی اصلاح وہدایت آپ کے متعلق کی گئی، قرآن کرتا ہے:

فُلْيَا يَهَا الْئَاسِرَةِ رَسُولُ اللَّهِ
إِنِّي كُنْتُ عَجِيزًا عَمَّا يَعْمَلُونَ (۱۰۴)

وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا مَا كَانَ فِي الْأَرْضِ
تَبَارِكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلنَّاسِ
نَذِيرًا۔ (سرہ فرقان)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً
لِتُعَلِّمَنَّ - ۚ ۖ ۖ ۖ ۖ

ہم نے سچے کوتا مم دنیا جہاں کے لوگوں کے
لیے رحمت سن کر بھجا ہے۔

بنا بریں ضروری ہے کہ آپ کے قوانین اور احکام کسی قوم اور کسی خاندان یا ملک کے ساتھ مخصوص نہ ہوں اور آپ کی دعوت عام ہو، آپ تمام عالم کو اور تمام اقوام کو اپنے مذہب کی طرف بُلائیں اور سب پر آپ کی فرماداری فرض ہو اور عالم انسانی میں سے اگر کوئی شخص بھی اس سے ژو گردانی کرے تو خدا کا باعثی قرار پاتے اور کافر کے لقب سے ملقب ہو اور آخرت میں بغاوت کا انتہائی عذاب اس پر نافذ کیا جاتے۔ اسلام کے عالمگیر ہونے کے یہی معنی ہیں کہ اس کی دعوت تمام عالم کو شمل ہے اور اس کے احکام تمام عالم کی اصلاح کے لیے بناتے گئے ہیں ان میں وہ اصول اور حکمیتیں مضمون ہیں جن سے تمام افراد انسانی کی رخواہ پڑانی دُنیا کے ہوں یا نئی دُنیا کے، رخواہ زر دشل کے ہوں یا سیاہ دشل کے، رخواہ سفید دشل کے ہوں یا مشترک دشل کے، اصلاح وہ راست ہو سکتی ہے اور وہ ہر ایک انسان کو اپنے میں لے سکتی ہے۔ اس کی عالمگیریت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کو

نام عالم قبول ہی کرے گا۔

اسلام نے پروپری کرنیوالوں کے لیے می وحدت قائم کر دی

پیغمبر اسلام علیہ السلام نے تمام دنیا کو ایک ہی شریعت ایک ہی راستے کی طرف بلایا ہے اور اس کے قبول کرنیوالوں کے درمیان میں ایک ایسا عظیم اشان رابطہ تام کر دیا ہے، جو کہ دنیا کے تمام روابط اور علائیت سے بالاتر تھا، نسبی رابطہ، صنعتی رابطہ، وطنی رابطہ، زبانی رابطہ، زنگی رابطہ وغیرہ وغیرہ سب کے سب اس کے سلسلے پر چلتے اور ہیں۔ یہ رابطہ مادیت سے بالاتر دو حادیت کا مجتمہ سبکر تمام اسلامی برادری کو محیط ہو گئی اسلامی احکام نے اس رابطے کی خاطرات اور تقویت کے لیے ایسی آبپاشی کی کہ جس سے تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی دھاگے میں پرستے ہوئے ایک ہی مزروعہ میں سرسری و ملبانے لگے، فرمایا گیا:

الْمُسْلِمُونَ كَا عَصْنَى، جَسَدٌ وَاحِدٌ
مسلمان ایک جسم کے مختلف جوڑوں کی طرح میں

إِذَا اشْتَكَى عَضْنُو تَدَاعَى لِهِ الْأَخْرَى
اذا اشتکی عضو تو داعی لہ الآخر

بِالْحَمْدِ وَالسُّهْرِ (او کمافال)
بالحمدی والسریر (او کمافال)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْرَوَةٌ رَسُولُهُ جَعْلَهُ (۲۱)
انما المؤمنون إخوات رسله جعله (۲۱)

الْمُسْلِمُو اخْوَانُ الْمُسْلِمِو لَدُ
مسلمو اخوان المسلمون لا

يَظْلِمُهُ وَلَا يُخْنَدُهُ وَلَا
يُظلمه ولا يخندله ولا

يَسْلِمُهُ (او کمافال)
يسلمه (او کمافال)

كُلُّ الْمُسْلِمٍ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ
کل المسلمين على المسلمين حرام دمه، اس کا خون اسکال

وَمَا لَهُ دَعْرَضَةٌ اور اس کی آبڑ و سب حرام ہے۔

مسلمانوں میں آپس میں ایسے ایسے حقوق اور فرائض قوت تام کر دیتے کہ ان کی بناء پرسلی، وطنی، حرفی، لوئی وغیرہ وغیرہ احتیازات اٹھ گئے اور مسلمان ان عالم بیزبلہ ایک شخص واحد قادر دے دیتے گئے جس کی بناء پر لازم آگیا کہ اگر اقصیٰ شرق میں ایک مسلمان مرد یا عورت پر ظلم و ستم ہو جائے تو تمام مسلمانوں پر تدریجیاً اس کا ازالہ واجب ہو جائے۔ بادشاہ اور خلیفہ بھی ان کا ایک ہی ہو اور عزت و قوت بھی سب کی ایک ہی ہو، اگر سابق بادشاہ تسلیم شد کے خلاف کوئی دوسرا آدمی دعویدار خلافت کھڑا ہو جائے تو اس کو قتل کر دینا لازم ہو جائے۔

اذا بُرِيع لخليفتين فاقتلوا جب دخليفه تحنت نشين ہو جاوين، تو اس میں آخر کو قتل کر دو۔

ان امور نے مسلمانوں میں ایسا رابطہ قوت کر دیا کہ تمام دنیا کی قوتیں اسلامی قوت کے سامنے تھے والا ہو گئیں۔ نہ قیصر و مکہ کی طاقت باقی رہ سکی، نہ شاہان فارس کی، نہ راجہ کان ہند کی دولت زندہ رہ سکی، نہ خاقان ترک کی، جس طرف بھی کوئی قوت مسلمانوں سے برس پکار ہوئی تھی، اطراف و جوانب زمین سے اسلامی فوجیں اس کے مقابلے میں آجائی تھیں اور وہ مخالف قوت پاکش پاکش ہو جاتی تھی۔ یہ پان اسلام ازم اسلام کو تمام مذہب، تمام قوموں تمام ممالک پر بالا کر کے رہا۔

خلاصہ یہ کہ بحثیت دعوت و جذب بے شک اسلام اور اس کی قوتیت شرف انسانی اور اخلاقت بشری پر مبنی ہے اور یہی امر اس کی عالمگیری کی شان کھنا ہے، مگر بحثیت تناصر و تعاون حقوق یگانگت و ہمدردی، قلبی دوستی و اتحاد موالا و ائمہ و مودۃ خالصہ صرف کلمہ گویوں اور حلقة بگوشان اسلام کے ساتھ مخصوص ہے،

خواہ وہ سہیں ہوں یا نہ ہوں، جناب میر احسان کا یہ ارشاد کہ:
اسلام کی تعلیم قومیت کی بنیاد، جغرافیائی حدود، یا نسلی وحدت یا رنگ
کی بیانی کے سچے شرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھتی ہے۔

ظاہری حیثیت سے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، ورنہ چاہتے ہے کہ تمام انسان اور برفود
بشر، خواہ یہودی ہو یا عیسائی، ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا پارسی، بووہ یا جینی، کالا ہو یا گولہ
ایسا یا یہاں ہو یا افریقی، سب کے سب ایک قوم ہو جائیں، کیونکہ شرف انسانی اور اخوت
بشری سب میں پائی جاتی ہے۔ سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حَوَا
علیہ السلام کی اولاد میں اور لَفَدْ خَلَقَ اللَّهُ شَاءَ فِي أَحَسَنِ تَقْوِيمٍ اور لَفَدَ کر منا
بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيَّابَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ
مِنْ خَلْقِنَا نَفْضِيلًا وَغَيْرَآیَاتِ جُنُكِ شرف انسانی (لالکتی جیں) کے مصداق ہیں، جماں یہ میں کوئی آیت
یا حدیث قومیت کی بنیاد یہ شرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھنے والی موجود
نہیں ہے۔ اسی بنا پر ہم نے اس تعلیم کے لیے نص طلب کی تھی، مگر نہایت انبوسر کے ساتھ
کہنا پڑتا ہے کہ ہم کو کسی آیت یا حدیث کی طرف ہدایت نہیں کی گئی، جس سے یہ معلوم ہوتا کہ
اسلام تعلیم دیتا ہے کہ قومیت کی بنیاد صرف انسانیت اور اخوت بشری پر رکھ کر ہر
اُن شخص کو جس میں انسانیت پائی جاتے۔ ایک قوم سمجھو اور قرار دو، ہم کو فلسفی الْجَمَاوِدِ میں
ڈالا جاتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ:

الفاظ شرف انسانی کے متعلق کسی کو دھوکا نہیں ہونا چاہتے، اسلامیات
میں ان سے مراد وہ حقیقت گُبری ہے جو حضرت انسان کے قلب و ضمیر
میں ودیعت کی گئی ہے، یعنی یہ کہ اس کی تقویم فطرة انسان سے ہے اور
..... کا غیر ممنون یعنی غیر منقطع ہونا محصر ہے۔ اس تطلب پر جو توحید الٰہی کے

یہ اس کے رگ دریشہ میں مرکوز ہے۔ انسان کی تائیخ پر نظر ڈالو، ایک لامناہی سلسلہ ہے باہم آویزیوں کا۔“ انہ

ہم ان حقائق اور تجھیلات کے متعلق کوئی تصدیق اور تکذیب کا کلمہ پیش کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا مطالبہ صرف اتنا تھا کہ قومیت کی تہبیہ یاد صرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھنے کی تعلیم اسلام میں کسی آیت یا حدیث میں وارد ہے، جس سے معلوم ہوا کہ صرف انسانوں اور بشری برادری رکھنے والوں کو قوم واحد کہا جاتے اور ایک وطن یا ایک نسل یا ایک زنگ والوں کو نہ کہا جاتے اور نہ انہوں کو ایک قوم شمار کیا جاتے۔ جناب میر جان اس کو رلانے کے لیے فرماتے ہیں کہ

۔ اگر میرا قول خلاف عقیدہ اسلامی ہے تو مولانا صاحب اس کی تصحیح فرماسکتے ہیں، اسلام شرف انسانی اور اخوت بشری کا پیغام نہیں دیتا، بلکہ اولاد آدم کو ہندی، الخ

دعویٰ کیا تھا اور ارشاد کیا ہوا ہے، اسلام جس پیغام کو لے کر آیا ہے اور جس حدت کا مطالبہ کرتا ہے، ہم نے اس کی توضیح اس لیے کر دی۔

وسمان اسلام کی پاپی

بانی اسلام (علیہ السلام)، کی اس تعلیم نے مسلم قوم میں جو اسپرٹ، یگانگت و اتحاد، تعاون کی پیدا کر دی تھی، اس کی کامیابی کو دیکھ کر چھوٹ گئے اور اس کی انتہائی کوشش کی گئی کہ پان اسلام ازم کی یہ اسپرٹ جس طرح بھی ہو، مسلم قوم سے مٹا جائے، اسی صورت میں اور صرف اسی صورت میں ہم اس عالمجیگر جملوں سے پسخ سکیں گے اور صرف اسی صورت سے ہم مسلم قوم پر غالب ہو سکیں گے۔ ہر زمانے میں ہس کی کوششیں جاری ہوئیں

اور کم و پیش کامیابی ہوئی، نیوپ چونکہ خلافت عثمانیہ یعنی ترکوں کے ہندوں اور ان کے تھے مسلم اقوام کے اتحادی اور اتفاقی کارناموں کی وجہ سے سخت عاجز و ناتوان ہو چکا تھا، اس نے باقاعدہ اور منظم کوشش پان اسلام ازم کے خلاف جاری کی اور اس نے صدیوں کی منظم جدوجہد سے مسلمانوں میں دو قسم کی اسپرٹ پیدا کر دی، ایک نسلی، وطنی، اسلامی، وطنی امتیاز و افراق۔ دوم یہ کہ جہاد مذہبی اور روحانی نہ ہو، بلکہ نسلوں اور اوطان کے لیے کیا جائے اور مذہبیت کی اسپرٹ درمیان سے نکال دی جائے۔

ان دونوں امور کی مساعی نے خلافت عثمانیہ کو جو کہ سلطان سلیم کے زمانے تک بجز خا کی طرح موجود تھا میں بڑھتی جا رہی تھی، روک دیا اور آہستہ آہستہ گھن کی طرح اس کو سطح کمزور کر دیا کہ خود خلافت کی روح سے ترکوں کو بیزاری بخوبی، انھیں وطنی اور نسلی مساعی وغیرہ کی بناء پر روانیہ، بلکہ ریاستیہ، یوسینیا، ہرزیجیونیا، یونان، البانیہ، کریٹ وغیرہ وغیرہ جدا ہو ستے۔ نہ صرف یہاں کی عیاقی قومیں جد اکی گئیں، بلکہ مسلم اقوام کی بھی ہمدردی ترکوں سے مٹا گئی اور انھیں مساعی کا نتیجہ تھا کہ غربی اقوام اور کردی برادریوں کو ترکی سے جدا ہونے کی نوبت آئی اور پھر ان کے جدا کرانے کے بعد انھیں نیوپین اقوام نے عراق شام فلسطین، طرابلس و عرب وغیرہ میں جس طرح مسلم اقوام کو پیاسا ہے، اس کی داستان قوت بیان سے باہر ہے۔ افسوس کہ اس وقت مسلمانوں میں کوئی شخص مسلمانوں کی متحدہ قومیت اور ایفار وطنیت و نسل و لسان وغیرہ کا داعظ کھڑا نہ ہوا اور نہ نیوپ کے اخبار و رسائل لکھاروں کی بے حد و بے شمار آمدھیوں کا مقابلہ کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پان اسلام ازم کی قصہ پر پسہ ہو کر فنا کے گھاٹ اُزگیا اور ممالک اسلامیہ نیوپین اقوام کے لئے تربن کر دی گئے

متحدہ قومیت اور وطنیت سے سفر اب جب کہ مسلمانوں کو افرادیہ نیوپ

ایشیا وغیرہ میں پارہ پارہ کر کے فنا کی گود میں ڈال دیا گیا ہے، تو ہم کو کہا جاتا ہے کہ اسلام صرف
ملی اتحاد کی تعلیم دیتا ہے، وہ کسی غیر مسلم جماعت سے مسجد نہیں ہو سکتا، اور نہ کسی غیر مسلم قوم کے تھے
مسجد و قومیت بن سکتا ہے، کسی غیر مسلم قوم سے، اگر مسلمان مل کر وطن یا نسل یا پیٹی وغیرہ کے
رابطے سے کوئی مسجد و قومیت بنائیں، تو وہ اسلام کے ڈین تعلیمات اسلامیہ کے مقابلہ اسلام
کو دوسرا اقوام میں منجب کر دیا لے، اسلامی ہستی کو مٹا دینے والے وطنیت کی لعنت کو اختیار کرنے
والے ہو جائیں گے۔ شرعیت اسلامی اس کی اجازت نہیں دیتی، احکام قرآنیہ اس سے اباد
کرتے ہیں۔ یعنی وہ قصر ہے کہ جب تک ہندوستان کی دستکاری اور تجارت زندہ رہتی۔
اور ہندوستانی مصنوعات انگلستان اور دُور و دُزار مالک کے بازاروں پر چھاپ پارتی
تھیں، تو مامون تجارت کے فلفے کاراگ چاروں طرف گو سجا یا جاتا تھا۔ تمام تصانیف اول خبردار
لکھرا اور تقریبی اس سے بھری ہوئی نظر آتی تھیں، اس طرح اس کی تعریف اور مدح سرائی ہوتی
تھی کہ گویا کہ یہی چیز عالم انسانیت کے لیے آبِ حیات ہے، مگر جب اس کے ذریعے سے
ہندوستانی دستکاری اور تجارت کو کمزور کر دیا گیا اور انگلستان کی دستکاری نے زور پڑ لیا
تو آزاد تجارت دفعی طریقہ کا وعظہ نہیا جانے لگا اور پلا فلسفہ مامون تجارت کا بالکل غلط
کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی دستکاری اور تجارت کو یک قلم فنا کر دیا گیا، اسی طرح جب
تمکن مسلمان قوی اور غالب رہے تو یہ فلسفہ پیش کیا جاتا رہا کہ پورپ کا نقشہ بدلا نہیں جاسکتا
کوئی فاتح اور غالب کسی زمین کو حاصل کر کے اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا اور نہ اپنی ملکات
میں ملا سکتا ہے، مگر جب کہ مسلمان مغلوب ہو گئے، تو فلسفہ بدلتا گیا اور چاروں طرف سے
یہ آواز آنے لگی کہ کسی فاتح کو اس کے نتائج عمل سے محروم نہیں کیا جاسکتا، وغیرہ وغیرہ۔
ہندوستانیوں کا وطنیت کی بناء پر مسجد و قومیت بنائیں انگلستان کے لیے جس قدر خطرناک ہے،
وہ ہماری اس شہادت سے ظاہر ہے، جو کہ ہم نے پروفیسر سلیمان کے مقام سے نقل کیا ہے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جذر ضعیف سا ضعیف بھی اگر ہندوستانیوں میں پیدا ہو جائے تو اگرچہ ان میں انگریزوں کے نکالنے کی طاقت موجود بھی ہو مگر فقط اس وجہ سے کہ ان میں یہ خیال جاگزیں ہو جائے گا کہ اجنبی قوم کے ساتھ ان کے لیے اشتراکِ عمل شرمناک امر ہے۔ انگریزی شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا، پس وہ وطنیت جس کی مغرب مند بھر بھر کے تعریف کیا کرتا تھا، جب تک اسلام اور خلافتِ اسلامیہ باقی تھے، نہایت ملعون اور قدرتیں چیزیں گئی ہے، ان ہذاں الشیعی عجیب۔

وطنیت کی ملعونیت

اور اس کا استعمال

بہر حال اگر وطنیت ایسی ہی ملعون اور بدترین چیز ہے، تو چونکہ یورپ نے اس کو استعمال کر کے اسلامی پادشاہوں اور عثمانی خلافت کی چلکھودی ہے، مسلمانوں کو چاہتے تھے کہ اسی ملعون ہتھیار کو بر طائفی کی چلکھودنے کے لیے استعمال کرتے، تاکہ جنم شین گن اور جس ہتھیار سے وہ بر باد کئے گئے تھے، اسی سے اس دشمن کے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جاتے جس نے ان کو تقریباً دنیا سے مٹا دیا ہے، اسی کے واسطے دن و رات پروپگنڈہ کیا جاتا اسی کو پریس بھی لکھتا اور اسی کو لکھار بھی لاتتا اور اسی کو تمام مسلم پلک اپنا پروگرام کم از کم اس وقت تک بناتے رہتی، جب تک وہ اپنے حقیقی دشمن سے انتقام نہ لے لیتی، مگر افسوس کئے ایسا نہیں ہوا، بلکہ قصداً ایسا بلا قصہ یہی فلسفہ ہندوستان میں راجح کیا گیا اور کیا جائز ہا ہے کہ وطنیت نہایت ملعون چیز ہے، متحده قومیت غیر مسلموں کے ساتھ حرام ہے، اسلام کو نہایت ضرر پہنچانے والی ہے، مسلم قوم جو کہ اب سے پہلے اقل طیل تھی، مگر اکثریت نہیں نہیں نہیں ہو سکی

تھی، اب با وجود آٹھ کروڑ سے تجاوز کر جانے کے ہندوؤں کا تقدیر ترین جائے گی وغیرہ وغیرہ

اسلامی رابطہ

بے شک جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے، پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کے لیے ایسا رابطہ قائم کر دیا، جو کہ تمام روایت سے بالاتر ہے اور وطنیت وغیرہ اس کے سامنے یقین ہے مسلمان کوئی بھی ہو، کہیں کا بھی ہو، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اور اس کے حقوق دوسرے مسلمان پر کامل طور پر ہیں، مگر رابطہ صرف ان لوگوں کے ساتھ ہو سکتا ہے، جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، جو لوگ اسلام کے دائرے میں نہیں آتے ہیں ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ یہ رابطہ قائم نہیں ہو سکتا اور وہ متعدد قومیت کے دائے میں تو آسکتے ہیں، مگر دوسرے ہی روابط، نسل، وطن، رنگ، پیشہ وغیرہ کے ذریعے آسکتے ہیں، اب قابل غریب یہ ہے کہ آیا مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ہم قوم بن سکتے ہیں یا نہیں اور اس اتحاد قومیت کی بناء پر کوئی ملکی سیاستی، اقتصادی، تجارتی، زرعی، صنعتی کاروبار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور آیا اس امر کی ہندوستان میں ان کو ضرورت ہے یا نہیں؟ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ انتظار کرنا کہ تم ہندوستانی قومیں جب مسلمان ہو جائیں گی تب یہ ضروریات انجام دی جائیں گی، اس وقت سے پہلے ان کو انجام دینا ناجائز ہے، نہایت فلک اور مضررت رسال کا رد اور اس کے ذریعے اصلاحات کرنے والے اصول کا مجموعہ ہے اور نہ صرف انفرادی اصلاحات اس کے ذریعے سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ اس کے ذریعے سے اجتماعات خاصہ (تبصیر منزل اور اجتماعات عالمہ ریاست مدنیہ) وغیرہ کی تھیاں بھی بھی ہیں، وہ ان سب ضروریات زندگی پر متحمل رہنی ڈالتا ہے اور ہر قسم کی اصلاحات کا کفیل ہے، مگر ہم کو اس امر پر عذر کرنا

ہے کہ وہ اسلام، جو کہ ان اصولوں سے عبارت ہے، جو کہ انسان کے شعبہ ہائے حیات انفرادیہ اور اجتماعیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کو خالق اور مخلوق اور میں الخلقین امور کے ساتھ داشتگی ہے، آیا اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مل کر روابط وطنیت، یا نسل یا زنگت یا زبان و عیزہ کی بنابرائی متحده قومیت کی تشکیل کی جائے، جس کے ذریعے سے دشمنوں کو شکست دی جائے۔ یا۔ مفاد ہائے مشترکہ سیاسیہ اقتصادیہ، تجارتیہ، زراعیہ، حربیہ وغیرہ کو حاصل کیا جائے، یا ان میں ترقی حاصل کی جائے اور صرف اس قدر اس میں توفیق رکھا جائے کہ جو مسلمانوں میں کوئی نقصان واقع نہ ہو، یا نہیں۔

ہم نے جہاں تک مخصوص شرعیہ ملت کیا، ہم کو واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حسب موقعاً ہیں فرض، کمیں واحب، کمیں محب، کمیں جائز، کمیں مکروہ اور کمیں حرام ہو گا۔ اس کی ممانعت کا فتوتے صرف اس بنابر پر وطنیت کا مفہوم مغرب کی اصطلاح میں آج ایسے اصولوں پر اطلاق کیا جاتا ہے، جو کہ ہمیت اجتماعیہ انسانیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ یکسر مخالف مذہب ہیں، اسی مفہوم مصطلح سے مخصوص ہو گا، مگر یہ مفہوم نہ عام طور پر لوگوں کے ذہن نہیں ہے، اور نہ اس کا کوئی مسلمان دیانت دار قابل ہو سکتا ہے اور نہ یہ مفہوم کی اس وقت تحریک ہے، کانگریس اور اس کے کارکن اس کے مخرك نہیں ہیں اور نہ اس کو ہم ملک کے سامنے پیش کر رہے ہیں، یہ چیز بالکل خارج از بحث ہے۔

ہم روزانہ مفاد ہائے مشترکہ کے لیے ہمیات اجتماعیہ بناتے ہیں اور ان میں نہ صرف شرک ہوتے ہیں، بلکہ ان کی مہربی اور شرکت کے لیے انتہائی جدوجہد کرتے ہیں، سینکڑوں ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں، ٹاؤن ایریا، نوٹھیفاڈا ایریا، میولپ بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ، کونسلات، اسپلیاں، ایجوکٹیشن ایسوسی ایشن، اور اس قسم کی سینکڑوں انجمنیں اور ایسی ایشنیں ہیں جو کہ انھیں اصولوں اور قواعد سے عبارت ہیں، جو کہ خاص مقصد کے ماتحت

ہمیتہ اجتماعیہ کے لیے بنائے گئے ہیں، تعجب ہے کہ ان میں حصہ نہیں اور مکمل یا غیر مکمل وجد ہے کہ امام نہ قرار دیا جاتا، مگر اسی قسم کی کوئی انجمن اگر آزادی ملک اور برطانوی اقتدار کی خلاف قائم ہو تو وہ حرام خلاف دیانت، خلاف تعلیماتِ اسلامیہ، خلاف عقل و انس وغیرہ ہو جاتی ہے، پھر اگر وطنیت کی بناء پر جو کہ بالفرض و القسم ان اصولوں سے بحارت ہو، جو کہ مہیتِ اجتماعیہ سے تعلق رکھتے ہوں، کیوں مٹوع قرار دیا جاتا ہے، اگر کوئی نسلوں، ابیلیوں وغیرہ میں کوئی اصول اسلامی اصول کے خلاف آتا ہے روک دیا جاتا ہے، یہی حالت اس وطنیت اور اس کی قومیت متحده میں ہو گی۔

ہندوستان کیلئے راجہ

ہندوستان میں سُنونت کرنیوالی قومیں اور افراد بھیت مسکن و وطن بہت سی ایسی چیزوں میں مشترک ہیں، جن کو موجودہ پر دیسی حکومت نے اپنی اغراض کے ماتحت پامال کر دیا ہے اور ہندوستان کے باشندوں کی زندگی تلبخ کر دی ہے، بلکہ تمام ہندوستان کے رہنے والوں کے لیے فنا کا گھاٹ سار منے کر دیا ہے، چونکہ ان مشترک مفادات کے ضائع ہونے سے بھی فنا ہو رہے ہیں، اس لیے تمام ہندوستانی متفق ہو کر ان ضائع شدہ حقوق کو حاصل کریں اور اس پر دیسی قوم کے جوڑے کو اپنے کندھوں اور گردنوں سے نکال پہنچیں اُنکے لیے متحدد جدوجہد ہو اور تمام ہندوستانیوں کے لیے ملکی اور مشترکہ مفادات کے ترقی کی راہ کھل جائے، یہ مقصد متحدد قومیت سے ہے جس کا رابطہ اتحاد وطنیت ہے، ایسے مقاصد کے لیے متحده قومیت غیر مسلموں کے ساتھ بنا خود جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے:-

مُتّحِدہ قوم اور اُمرت حزب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسلمانوں اور غیر مسلموں سے نباتی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے چودہ برس گزر جانے کے بعد مدینہ منورہ میں وہاں کے اور اپنے ساتھ کے مهاجر و انصار مسلمانوں اور مدینہ کے یہودیوں کو ملا کر ایک متّحدہ قوم اور متّحدہ امت بناتی اور نہایت مفضل عہد نامہ اس امر کے متعلق تحریف فرمایا اور اس میں تحریر کر دیا گیا کہ مشروط اور مذکور امور میں تمذیز کے مقابل مسلمان اور یہود ایک امت متّحدہ ہوں گے۔ مگر ہر ایک اپنے اپنے مذہب کا پابند ہو گا، حضرت مولانا انور شاہ حبیب رحمۃ الرحمہ علیہ نے اپنے خطبہ صدارت اجلاس جمعیۃ العلماء منعقدہ پشاور ۲۰۲۳ء، دسمبر ۱۹۴۷ء میں اس کا تذکرہ اور حوالہ دیا ہے، الفاظ مندرجہ ذیل ہیں، صفحہ ۲۲:

اگرچہ میں اس مختصر خطبے میں دارالامان کے تمام احکام پر روشنی نہیں ڈال سکتا تاہم یہ بھی ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ اشارات ضرور کر دوں، اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ آپ کو سید لاوین والآخرین، احمد مجتبی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاهدے کی بعض دفعات کی طرف توجہ دلاؤں جو حضور اور گنے ابتدا ہے زمانہ بحیرت میں باہم مسلمانوں اور یہود مدینہ کے تھے کیا تھا، ان دفعات کے مطابعے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان دارالامان یا دارا حرب میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ کسی قسم کا معاهدہ کر سکتے ہیں، (معاهدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم با یہود مدینہ، چونکہ معاهدے کی عبارت بہت طویل ہے اور عربی عبارت کے نقل کی چیز ایجاد حاجت نہیں ہے، اسیلے میں صرف قابل ذکر دفعات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں):

بائیں ارجمندیم

یہ حجّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک معاہدہ ہے جو مسلمانان
قریش اور مسلمانان مدینہ اور لوگوں کے درمیان نافذ ہو گا، جو مذکورہ جماعتیں
کے ساتھ متفق و حلیف بن گئے ہیں اور ان کے ساتھ مباربات میں
شرکیہ رہے ہیں۔

۱۔ یہ تمام معاہد جماعیتیں، قریش، مهاجرین، النصار، یہود معاہدیں، دُسری
غیر مسلم غیر معاہد جماعتوں کے مقابلے میں ایک جماعت اور قوم شمار ہوں گی۔

دفعہ ۸۔ جن یہود نے ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے، ان کے متعلق مسلمانوں پر وہ
ہے کہ ان کی مدد اور ان کے ساتھ معاہدہ کا برداشت کریں، ان پر کسی قسم
کا ظلم نہ کیا جائے اور نہ ان کے خلاف کسی ظلم کی مدد کی جائے۔

دفعہ ۹۔ یہود بُنی عوف مسلمانوں کے حلیف اور معاہد ہیں، یہود اپنے مذہب کے
پابند رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب کے، مذہب کے سواباقی امور میں
مسلمان اور یہود بُنی عوف ایک جماعت شمار ہوں گے، ہاں جزوی ظلم اور عدالت
یا کوئی جرم کرے گا، وہ اُس کی جزا کا مستحق ہو گا، اس کے بعد حضور نے
یہود کی دُسری جماعت کا نام کر مثلاً یہود بُنی البخار، یہود بُنی الحارث
یہود بُنی ساعدہ، یہود بُنی جشم، یہود بُنی الاوس کے متعلق بھی تصریح فرمادی
ہے کہ ان تمام یہود کے رچونکہ سب نے معاہدہ قبول کر لیا تھا، یہود بُنی
عوف کی طرح حقوق ہوں گے۔

(مأخذ ارجمندیم صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۵)

سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۰ میں ہے۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد نامہ مهاجرین اور انصار کے درمیان میں تحریر فرمایا جس میں یہودیوں سے صلح کی تھی اور ان کو ان کے دین اور اموال پر باقی رکھا تھا اور ان پر کچھ شرطیں عامہ کی تھیں اور کچھ شرطیں ان کے لیے مقرر فرمائی تھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
یٰ تَحْرِیْمُ مُحَمَّدٰ بْنِ اَشَدَّ عَلِیْهِ وَسَلَّمَ کی میں ہیں
اوْلَمَنِ قُرْبَیْشَ اُوْرَمِیْنَ اُوْرَانَ کَتَبَ تَبَعَّدَوْنَ
اوْرَانَ سَمَّ مَلَ جَانَ وَالوْنَ اُوْرَانَ کَتَبَ تَحْتَ
مَكَدَ جَهَادَ كَرْبَلَوْنَ کَتَبَ درمیان ہے، یہودی لوگ
مُسْلِمَوْنَ کَتَبَ خَرْجَ پَرِداشتَ كَرِيْبَ جَبَ
تَمَكَّدَ مُسْلِمَانَ لَثَانَیَ مِنْ شَغْوَلَ رَهِيْںَ اُوْرَبَنَیْ عَوْفَ
یہودی مُسْلِمَوْنَ کَتَبَ تَحْاِبَ اُمَّتَ هُوَلَگَے
یہودی اپنے دین اور مُسْلِمَانَ اپنے دین پر جنگے
ہر ایک خوبی اور ان کے موالي بھی دَآزادَ شدَ
غلام اور حلقوں، مگر جس نے خلم کیا اور مركب
جرم ہوا تو وہ فقط اپنی اور اپنے گھر لئے کی جانے

قال ابن اسحق و کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب بابین المهاجرین والأنصار وادع فیہ یہود واقرءو علی دینہم و اموالہم و شرط علیہم و اشتراطہم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
هذا كتاب من حمد النبي صلى الله عليه وسلم
بین المؤمنین والملئين من قريش ويترقب
ومن يتعهد فل الحق بهم وجاهمه محمد
وان اليهود ينفقون مع المؤمنين ما
داموا مغاربيين وان اليهود بني عوف
امة مع المؤمنين لليهود دينهم
وال المسلمين دينهم مواليهم
وأنفسهم الا من ظلم واتوه فنانه
لَا يوْنَعُ الْأَنْفُسَ وَاهْلَ بَيْتِهِ اَن
الْيَهُودُ بَنُو النَّبَار
مُثْلُ مَا لِيَهُودَ بَنُو عَوْفَ
وَانْ لِيَهُودَ بَنِي حَارِثَ مُثْلُ
مَا لِيَهُودَ بَنُو عَوْفَ وَ اَن

لیہود بھی ساعدۃ مثل مالیہود
کو برپا د کرے گا اور بھی نجار کے یہودیوں کے بھی
بھی عوف و ان لیہود بھی الا و من
دہی حقوق ہیں جو بھی عوف کے یہود کے ہیں اور بھی علا
م مثل مالیہود بھی عوف و ان لیہود
کے یہود کے بھی ہی حقوق ہیں جو بھی عوف کے یہود کے بھی
ہیں اور بھی جسم اور بھی الا و من اور بھوٹپہ کے یہود کے بھی
دہی حقوق ہیں جو بھی عوف کے یہود کے ہیں مگر جس نے
ظلہ کیا اور ترکب جرم ہوا تو وہ فقط اپنے گھرانے کی جانوں کو برپا د کرے گا۔

کتاب الاموال مصنفۃ ابو عبیدہ بن القاسم الازوی متوفی ۲۸۰ھ رحمہ اللہ تعالیٰ ص

میں ہے:

هذا کتاب رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَهْلِ يَثْرَبِ وَمَوَادِعِ يَهُودِهَا
ذکر ہے، جس میں مومن کا اور سکانِ مدینہ اور
یہود کے معابرے کا ذکر ہے۔
یہ فرمان ہے رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا
مدینہ اور قریش کے دریان میں اور ان لوگوں
میں جنہوں نے ان کا اتباع کیا اور ان کے ساتھ
زہا اور ————— ان کے ساتھ ہو کر
چہاد کیا کہ یہ باستان اور جماعت یہ لوگ ایک ہی
امت ہیں۔

یہ عہد نامہ بہت طویل ہے، جس میں مسلمانوں کے قبائل مهاجرین اور انصار کا تفصیل
ذکر کیا گیا ہے اور اسی طرح یہودیوں کے قبائل مختلفہ کا ذکر ہے اور ان کے آپ کے شرط
ذکر کئے گئے ہیں صفحہ ۲۰۳ میں ہے:

او مسلمان باستشار دیگر با ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اور یہودیوں میں جو شخص ہمارا اتباع کرے گا، اس کے لیے بخلانی ہے، نہیں بلکہ مظلوم ہوں گے۔

والمومنون بعضهم موالی بعض دون الناس وانه من تبعنا من اليهود فنان له المعرف والاسرة غير مظلومين والمؤمننا صر عليهم لـ

صفحہ ۲۰۳ میں ہے:

زمانہ جنگ میں یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ اخراجات جنگ برداشت کریں گے اور بھی عوف کے یہود اور ان کے اعوان والاصحائین ہی کی ایک امت شمار ہوں گے، یہود اپنے دین پر مسلمان اپنے دین پر قائم رہیں گے مگر مل، جس نے خلم کیا یا ترکب جرم ہوا، کیونکہ وہ ہنسی بلاک کریں گا مگر اپنے نفس کو، اپنے گھروں کو اور بھی سخار کے بھی وہی حقوق ہیں، جو یہود بھی عوف کے۔

وأن اليهود ينفقون مع المؤمنين
ما داموا معارضين وان اليهود بخى
عوف ومواليمه وانفسهم رامة
من المؤمنين لليهود دينهم و
للمؤمنين دينهم الا من
ظلم واثم فانه لا يوتع الانفسه
واملبيته وان اليهود بخى
التجار مثل ما اليهود وبنى
عوف.

اس کے بعد متعدد قبائل یہود کو ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ شرط و غیرہ ذکر کی گئی ہیں، اسی طرح سے اسر عہد نامے کا ذکر اور اس کی عبارت مختلف کتابوں میں مذکور ہے کتاب رسالت نبوی صفحہ ۲۰۳ میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يَحْمِرُ بَهُوْ مُحَمَّدُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
هذا كِتابٌ مِّنْ حِجَّةِ النَّبِيِّ مَلِي اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالظَّاهِرِينَ

کے اور قریتیں تکدا و راہل مہینہ میں، اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی پریوی کرائی بھے اور ان میں مل گئے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر جہا کیا بھے اس اقرار پر کہ یہ سب ایک گروہ ہیں۔ دوسرے لوگوں کے مطلبے میں۔

من فتریش ویثرب
و من تبعهم فلحق بهم
وجامد معهم انهم امة
واحدة من دون
الناس۔

صفہ ۱۲۲ میں یہ ہے:-

و ان اليهود ينفقون مع
المؤمنين ما داموا محاربين
و ان يهود بنى عوف مسلمانون
مع المؤمنين لليهود دينهم
وللمسلمين دينهم۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور یہودیوں کو بلکہ ایک قوم بنانے کا مقابلہ کیا ہے اور اس مقابلہ و جنگ میں کچھ تسلط مسلمانوں اور اپنے اور یہودیوں کے لیے اور کچھ غیر مسلموں کے اور مسلمانوں کے لیے مقرر اور سیدم فرمائی، ہیں اور پھر عہد نامہ میں فقط قوم نہیں بلکہ فقط امت ذکر فرمایا ہے کہ مسلمان اور یہود ایک امت شمار ہوں گے، بخلاف اور لوگوں کے، جو کہ اس عہد نامہ میں اخلاق نہیں تھے، حالانکہ امت جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کے نقطہ نظر میں قوم سے بہت ہی بلند پایہ لفظ ہے، وہ ان کے نزدیک صرف مسلمانوں پر اطلاق کیا جاتا ہے اور صرف اس جماعت پر بولا جاتا ہے جس نے ادیان سابقہ کو چھوڑ کر ملت ابراہیمی اختیار کر لی ہو اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کا خیال ہے کہ مسلمانوں پر سچے لفظ امت کے اور دوسرا لفظ بولا ہی نہیں جاتا ہے، اب قابل غور بابت

یہ ہے کہ اگر مسلمان کسی غیر مسلم قوم کے ساتھ ملکر ایک قوم نہیں بن سکتے اور مذہب اس کی لجڑا ہی نہیں دیتا، اسلام میں اتنی بچک ہے جی نہیں کہ وہ کسی علاقے اور رابطے کی وجہ سے کسی حالت اور کسی زمانے میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ قومیت متحده پیدا کرے؛ تو جناب رسول اصلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ساتھ یہ امت متحده کیسے بنائی اور تمام دیگر اقوام سے علیحدہ ہو کر مسلمان اور یہود شروط مذکورہ عہد نامہ کی بنایا پر کیسے ایک امت بن گئے اور پھر اس میں یہ تصریح کردی گئی کہ ہر ایک اپنے دین میں آزاد ہو گا مسلمان اپنے دین پر رہیں گے اور یہود اپنے دین پر اور پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ اس میں ایک امت قرار دیتے ہوئے (من المؤمنین) کا لفظ فرمایا گیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متحده قوم با وجود ہر ایک کے اپنے اپنے دین میں آزاد ہونے کے، مؤمنین ہی کی امت تثہار ہو گی۔

مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کا غیر مسلموں سے مل کر ایک قوم بننا یا بنا نہ تو ان کے نفری میں مخلل انداز ہے اور نہ یہ امر فی نفسہ اسلامی قوانین اجتماعی کی خلاف ہے، مسلمان اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے ان غیر مسلموں کے ساتھ ملکر جو کہ اپنے دین پر قائم ہیں ایک قوم ہو سکتے ہیں اور زمانہ باستے سابقہ میں ایک قوم رہے بھی ہیں، اسلام اپنے اندر ایک یہی بچک رکھتا ہے، باخنوص اُس کا مقابلہ کسی دشمن سے ہو اور زمانہ اس کا مقاضی ہو کہ اپنے اندر بیش از بیش قوت پیدا کی جائے اور دشمن کو شکست دی جائے

اسلام بچکدار مذہب ہے

یخیال کہ اسلام بالکل غیر ملکی پر مذہب ہے؛ میری بھروسے باہر ہے، میں جماں بک اس کے قوانین کا تبلع کرتا ہوں، وہ غیر مسلموں کے ساتھ ایک ملک میں رہ سکتا ہے، ان کے ساتھ صلح کر سکتا ہے، ان کے ساتھ معاهدے کر سکتا ہے، ان کے ساتھ معاملات خریدو

فروخت، شرکت و اجارہ، ہبہ و عاریت، قرض، امانت وغیرہ وغیرہ کر سکتا ہے، وہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، شادی اور عنی میں شرکیں ہونا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ کر سکتا ہے مسلمان غیر مسلم کا جھوٹا پانی پی سکتا ہے اور کھانا کھا سکتا ہے مسلمان کفار کے مالک گفران و دیارِ حرب میں داخل ہو سکتا ہے، ان میں سکونت اختیار کر سکتا ہے، اپنے سخت ترین شہر ہیوڈ و نصاریٰ کی لڑکیوں سے نکاح کر سکتا ہے، ان کے ذبح کو بشرطیہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوا ہو کھا سکتا ہے، وہ غیر مسلم رعایا کے خون اور مال کو اپنے برابر قرار دیتا ہے، اسیم کے سینکڑوں قوانین اور حکومیتی اجتماعیہ کے دینِ اسلام میں ہیں جن میں ہبہ زیادہ نرمی اور وسیع حوصلگی رُفاداری غیروں کے ساتھ خستہ سیار کی گئی ہے جو کہ دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی، بلکہ کمیتوں کے عیاسیوں کا اعتراض ہمیشہ اسلام پر یہ رہا ہے کہ وہ اپنے ماسوا ادیان کو جب کہ رعایا ہوں ایسے حقوق اور آزادی دیتا ہے، جو کہ ان پستاروں کو دیتا ہے، وہ ہندو ازם کی طرح تنگدل اور سخت نہیں ہے جس میں اپنے سوا کو ملیچہ اور سمل کی ہاتھ لگائی ہوئی چیز کو ناپاک تباہا گیا ہے، جس کے قوانین میں قوموں کی قوموں کو شودرا اور جھوت قرار دیا گیا ہے، اس سے نکل جانے والوں کے لیے دروازے بند کر دیتے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔ وہ ہبہ و مذاہب کی طرح حکم حوصلہ نہیں ہے، جس میں غیر اسلامی کے ذبح کو حرام اور اقوام عالم کا اس میں داخلہ ناجائز شمار دیا گیا ہے، وہ بودھ ازם کی طرح بے جس بھی نہیں ہے، جس میں اپنی شخصیت کے قائم رکھنے کا کوئی قانون نہیں ہے۔

بہر حال مذہب اسلام، جو کہ ہمیتی اجتماعیہ، الفرادیہ، انسانیت کے سچے اصولوں سے عبارت ہے اور جس کے دو شعبے ہیں، ایک کا تعلق خالق کائنات سے اور دوسرے کا تعلق مخلوقات سے خواہ اخلاق و اعمال و عقائد شخصیہ سے متعلق ہوں، یا ہمیت اجتماعیہ خاصہ و عامہ سے والبستہ ہوں، ایک نرم اور نہایت عالی حوصلہ مذہب ہے، وہ تمام

عالم اور تمام مذاہب کو اپنی طرف بلاتا بھی ہے اور سب کے ساتھ رواداری کا معاملہ بھی کرنے کے لیے تیار رہتا ہے، غیروں کو باطل پسمجھتے ہوئے، ان کے ساتھ بود و باش صلح و معاهدہ، میل جوں، معاملات و معاشرت وغیرہ کی اجازت بھی دیتا ہے۔ یہی معنی اس کی لچک کے ہیں، ہاں لچک معنی کمزوری یا باطل اور ناجائز اخلاق و اعمال کو معمول فرستہ دینے کے لیے اُسماً صحیح نہیں ہے۔

قومیتِ متحده کے مجوزہ معنی

ہماری عزاد قومیتِ متحده سے اس جگہ وہی قومیتِ متحده ہے، جس کی بناء جناب رسول انصاری اسلامیہ سلمان نے اہل مدینہ میں ڈالی تھی۔ یعنی ہندوستان کے اہلندے سے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، بھیثیت ہندوستانی اور متحاد لوطن ہونے کے ایک قوم ہیں اور اس پر دیسی قوم سے جو کہ وطنی اور مشترک منادر سے محروم کرتی ہوئی سب کو فنا کر رہی ہے، جنگ کر کے اپنے حقوق کو حاصل کریں اور ہے ظالم اور بے حرم قوت کو نکال کر علامی کی زنجیروں کو توڑ پھوڑ دالیں۔ ہر اکیوں دوسرے سے کسی مذہبی امر میں تعریض نہ کرے۔ بلکہ تم ہندوستان کی بنے والی قومیں، اپنے مذہبی اعتمادات، اخلاق، اعمال میں آزاد رہیں۔ اپنے مذہبی رسم و رواج و مذہبی اعمال اخلاق آزادی کے ساتھ عمل میں لا یں اور جہاں تک ان کا مذہب اجازت دیتا ہو، امن و آمان قائم رکھتے ہوئے اپنی اپنی نشر و اشتاعت بھی کرتے رہیں، اپنے اپنے پرنسپل اور کلچر دینہ سب کو محفوظ رکھیں، نہ کوئی اقلیت دُوری افیتوں اور اکثریت سے ان امور میں دست دگریاں ہو اور نہ اکثریت اس کی حد و جمیٹ کر دو افیتوں کو اپنے اندر بضم کر لے، یہی وہ چیز ہے کہ جس کا اعلان کا گمراہیں ہمیشہ کر رہی ہے کا گمراہیں نے اپنے پہلے اجلاسِ منعقدہ ۱۸۸۵ء میں اپنا پہلا اور ضروری مقصد حسب ذیل

الفاظ میں ظاہر کیا تھا۔

”ہندوستان کی آبادی، جن مختلف اور متصادم عنصر سے مکتب ہے ان سب کو صلح و متفق کر کے ایک قوم بنانا۔“ (روشن مسبق ص ۲۸)

مگر با وجود اس اظہار کے، وہ ہمیشہ اعلان کرتی رہی کہ تمام بابشنہ گان ہند پہنچنے اپنے مذہب، لکھر، پرسنل لا وغیرہ میں آزاد ہوں گے، اس نے آل انڈیا کانگریس کی طرف منعقدہ ۱۹۳۱ء کی تجارتی وزیر میں بنسپاہی حقوق اور فرائض کو مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع کیا ہے:

کوئی کانٹلی یوشنِ ملکی قوانین کا اعلان، جو اس کی طرف سے طے پائے یا جو اس کے وسیلے سے سوراج گورنمنٹ تیار کرے، اس میں امور ذیل کا ہونا بہت ضروری اور لازمی ہے۔

۱۔ ہر بابشنہ ہندوستان کو حقوق ذیل حاصل ہوں گے یعنی راستے آزادی سے ظاہر کرنا اور اشتراکِ عمل و باہمی احتلاط میں مکمل آزادی اور امن کے ساتھ بغیر اسلام کے کسی ایسی اغراض کے واسطے مجتمع ہونا، جو قانون اور اخلاق کے خلاف ہوں۔

۲۔ ہر بابشنہ ہندوستان کو ضمیر کی آزادی ہوگی اور اپنے مذہب کا اعلان آزادی سے کر سکے گا اور اپنے مذہب کے فرائض و رسوم آزادی سے برداشت کے گا، بشرطیہ اس سے انتظام عام اور اخلاق میں کوئی نقش نہ واقع ہو۔

۳۔ ملک کی اقلیتوں کے تہن اور ان کی زبان اور رسیم تحریر محفوظ ہونگے نیز ملک کے وہ رقبے جو باعتبار زبان فتاہ ہیں، ان کا تحفظ ہو گا۔ الخ

و رکنگ تجھی آں اندیا کانگریس کمیٹی منعقدہ گلکتہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اسی مقصد کو زیادہ تر واضح کر کے دہرا دیا ہے۔

اُقلیتیوں کے حقوق

کانگریس نے ہندوستان کی اُقلیتیوں کے بارے میں اپنے نظریے کا کمی باعلان کیا ہے اور صاف بتا دیا ہے کہ کانگریس ان کی خاطت کرنا اور ان کے آگے ڈھنے کے لیے ایمک کی سیاسی اقتصادی اور تہذیبی زندگی میں حصہ لینے کا پورا پورا موقع دینا اپنا فرضی محجحتی ہے، کانگریس کا مقصد ہے:- ملک کو آزاد کرنا اور اسے اتحاد کے وہاگے میں باہم ہنا، جہاں کوئی بھی فرقے اکثریت یا اُقلیت کسی دوسرے کو اپنے فائدے کے لیے نقصان نہ پہنچا سکیں اور جہاں سارے ہندوستان کے فائدے کے لیے ملک کے سب فرقے ملکہ کام کریں گے، آزادی اور تعاون کے اس مقصد کے معنی یہ نہیں کہ ہندوستان کی مختلف تہذیبوں میں سے کسی پر وبا و ڈالا جاتے، بلکہ ان سب کو محفوظ رکھا جائیگا۔ تاکہ سب لوگوں کو ہر فرقے کو اپنے اپنے رجحان کے مطابق بغیر کسی رکاوٹ کے اپنی ترقی کا موقع مل سکے، چونکہ اس سلسلے پر کانگریس کی پالیسی کے بارے میں جو عدالت فہمی پہلی نے کی کوشش کی گئی ہے، اس لیے آں اندیا کانگریس کمیٹی اپنی پالیسی کا پھر اعلان کر دینا چاہتی ہے اُقلیتیوں کے حقوق کے بارے میں ان اصولوں کو سامنے رکھا گیا ہے۔

۱۔ ہندوستان کے ہر بائنسے کو اپنے خیالات کے آزادی سے اطمینان کرنے کا، اجنبی اور سواسطياں بنانے اور بغیر تھیار کے امن کے لئے مجمع میں شامل ہونے کا اختیار ہوگا، بشرطیکہ اس کا مقصد قانون اور اخلاق کے خلاف نہ ہو۔

۱۔ ہر ایک شہری کو اختیار ہو گا کہ وہ چاہے جیسے مذہبی خیالات رکھے اور
چاہے جس فرقے میں رہے، بشرطیکریہ وہ پسلک کے امن و اخلاق کے
خلاف نہ ہو۔

۲۔ اقلیتوں اور الگ الگ زبانوں کے استعمال کرنیوالے صنوبوں کی تہذیب
زبان اور سرم الخط کو محفوظ رکھا جائے گا۔

۳۔ مذہب اور فرقوں کا خیال کئے بغیر سب لوگوں کو چاہئے عورتیں ہوں یا
مرد، قانون کی نظر میں برابر سمجھا جائے گا۔

۴۔ عام ملازمتوں یا ذمہ داری اور عزت کے عمدوں پر تحریکی اور تجارت
وغیرہ کے باسے میں مذہب اور فرقہ داری کی وجہ سے ڈکا ڈیں نہ ہوں
گی اور نہ اس باسے میں مرد اور عورت کے فرق کی وجہ سے کچھ
محجور یاں ہوں گی۔

۵۔ سرکاری یا مقامی فنڈ یا کچھ دوسرا سب لوگوں کی طرف سے رفاه عام
کے لیے بنوائے ہوئے کنوں، تالابوں، سڑکوں، اسکولوں اور دوسرا
جگہوں کے استعمال کے لیے سب لوگوں کے برابر اختیارات ہوں گے
سب کے فرض بھی ایک سے ہی ہوں گے۔

۶۔ سرکار کی طرف سے ہر معاملہ میں غیر جانب داری برقراری جائے گی، اقلیتوں
کے بے یادی حقوق والی تجویز کی یہ دفعات اس بات کو بالکل صاف کر
دیتی ہیں کہ ذاتی خیالات مذہب اور تہذیب کے باسے میں اقلیت کے
ستاخہ کسی طرح کی دست امدادی نہ ہوگی، وہ اپنے ذاتی قانون
یعنی شرعی اور مذہبی قانون فتمام رکھ سکیں گے اور اکثریت ان

میں کوئی تبدیلی کرانے کیلئے زور نہیں دے سکتی ہے اور نہ دے سکے گی جن
کا نگریں ملینیں شائع کردہ آل امڈیا آل امڈیا کانگریس کمیٹی ال آباد ۲، وکبر
۱۹۲۶ء صفحہ ۱۰، ۱۱، ۱۲

پھر کانگریس ہری پورہ ضلع سورت کے اجلاسِ عام منعقدہ ۱۹۲۰ء ۲۱ فروری
۱۹۲۸ء میں اسی تحفظ کی تجویز کو مندرجہ ذیل الفاظ میں اعلان کرتی ہوئی سابقہ تمام تباہ و بیز پر فہر
تصدیق ثبت کرنی ہے:

اقلیت کے حقوق

کانگریس ہندوستان کے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں میں طبھتے ہوئے سماج
کے مخالف جذبہ اور جوش کا استقبال کرتی ہے اور ہندوستان کی آزادی کی لڑائی میں جو
سب کے لیے ایک اور بیان ہے اور جو متحده قومی ہنسیاد پر ہی لڑی جاسکتی ہے، اس
میں ان تمام فرقوں اور طبقوں کی متحده شرکت کا بھی استقبال کرتی ہے، کانگریس خاص طور پر
اقلیتوں کی اس کثیر تعداد کا جو چھپے سال کانگریس میں شرکیں ہوئی ہے اور آزادی اور احتمال
سے نجات کی وجہ و جمہ اور حکومت میں اس نے جو اجتماعی طاقت پہنچائی، اُس کا بھی استقبال
کرتی ہے، ورنگر کمیٹی نے اکتوبر، ۱۹۲۰ء میں اپنی کلکتہ کی نشست میں اقلیتوں کے حقوق
پر جو تجویز پس کی تھی، اسے یہ کانگریس منظور کرتی ہے اور نئے سرے سے یہ اعلان کرتی ہے
کہ ہندوستان کی اقلیتوں کے تمنی، مذہبی اور سماجی حقوق کی حفاظت کرنا کانگریس کا پہلا
فرض اور بسیاری پالیسی ہے، تاکہ حکومت کی کسی بھی ایسی سکیم میں جس میں کانگریس شرکیہ
ہو رہا قلیتوں کو ترقی اور نشوونما کا زیادہ سے زیادہ موقع مل سکے اور وہ قوم کی سیاسی
اور اقتصادی اور کلچورل زندگی میں پورا پورا حصہ لے سکیں۔

مذکورہ بالا اعلانات سے ظاہر و باہر ہے کہ خود کا نگریں بھی جس متحده قومیت ہندستان
 میں پیدا کرنا چاہتی ہے، اس میں کوئی ایسی بات نہیں چاہتی، جس سے اہل ہند کے مذہب
 یا ان کے کلچرل و تہذیب اور پرنسنل لائپر کسی قوم کا حصر رساں اثر پڑے، وہ فقط انھیں امور
 کو درست کرنا اور سمجھانا چاہتی ہے، جو کہ مشترک مفاد اور ضروریات ملکیہ سے تعلق رکھتے ہوں
 اور جن کو پر دیسی حکومت نے اپنے قبضے میں لے کر عامہ باشندگان ہند کو فنا کے گھاٹ آتا دیا
 ہے عموماً یہ امور وہی ہیں جو کہ ڈاؤن ایریا، نوٹھیاٹ ایریا، میونسل بورڈوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں
 کو نسلوں، اسپلیوں وغیرہ میں داخلی اور خارجی حیثیات سے طے کئے جاتے ہیں۔ ان میں کسی قوم
 یا مذہب کا، دوسری قوم یا مذہب میں جذب ہو جانا ملحوظ خاطر نہیں ہے، حالانکہ ان مجالس
 اور ایسوی شہزوں کے قوانین اجتماعیہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں، مگر نہ اہل ہند کو فی زمانہ ان سے
 مخلصی ہے اور نہ ان میں شرکیں ہونا، لا دینی، اتحاد، وہربت، انجذاب، انہضام وغیرہ
 مشترکہ شمار ہوتا ہے اور نہ اس خوف سے ان مجالس سے کنارہ کشی ضروری کم جھی جاتی ہے
 بہرحال اگر ہم تعلیماتِ اسلامیہ اور تواریخ قدیمہ پر نظر ڈالتے ہیں تو بھی ہم کو متحدد وقت
 کی بُبُسیاد حباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ طلاقی ہے، جس
 میں صاف تصریح موجود ہے کہ ہمچلہ اقوام مشترکہ متحده اپنے اپنے مذہب اور دین میں آزاد
 رہ کر ضروریات جتنگ اور معاشیات وغیرہ میں ایک قوم اور ایک امت ہوں گی، اور اگر
 ہم واقع حالیہ اور مسلمات زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں تو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بلانگر ایسی ایسی سیکھی
 انجمنیں اور مجالس مسلم اور غیر مسلم افراد و اقوام سے بل کر بنی رہتی ہیں جن میں بسا اوقات غیر مسلم
 افراد اکثریت رکھتے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی مشترک وجہ باعث تخلیق اور باعث انساک
 ہوتی ہے، خواہ وہ وجہ اتحاد قصبہ ہو، یا اتحادِ ضلع، یا اتحادِ صوبہ، یا اتحادِ ملک، تجارتی
 اتحاد ہو یا علمی، فوجی اتحاد ہو، یا معاشی صنعتی اتحاد ہو یا شعبہ ہائے سیاسی وغیرہ۔ مگر

ان سب میں داخل ہونا اور ان میں جدوجہد کرنے کا مخالف مذہب شمار کیا جاتا ہے، نہ مخالف قومیت نہ ان میں خطرہ الحاد و دہراتی پڑنی آتا ہے، نہ خوف انجداب و انہضام

پورپ کی وطنیت اور قومیت سے خوف

ممکن ہے کہ پورپ نے وطنیت اور قومیت کو کسی خاص مفہوم اور کسی خاص ہبہت اجتماعی کے لیے استعمال کیا ہو اور اس پر وہ گامزین ہو رہے ہوں اور ان مقاصد اور نصب العین کو اپنے اپنے مذہبی اداروں کے مخالف پاکر مذہب کو سلام کر بلیٹھے ہوں، یا مذہب کو صرف پرائیویٹ زندگی شمار کرنے لگے ہوں، مگر کیا یہ ضروری ہے کہ ہمارا اقدام متحده قومیت یا وطنیت کی طرف صرف انہیں کیفیات اور لوازم کے ساتھ بوجو کہ ان کے یہاں ملحوظ ہے ہیں اور ان پر یہ حکم صادر کیا جائے کہ چونکہ متحده قومیت یا وطنیت کے معنی پورپ میں یہ ہیں اور متصادم مذہب اسلام ہے، لہذا یہ حرام و ممنوع ہے، کون نہیں جانتا کہ آج جمہوریت کے متعلق پورپ نے بہت سی ایسی باتیں لازم کر لی ہیں، جو کہ اسلام کی تعلیم میں نہیں پائی جاتی یا اس کے مخالف ہیں، تو کیا اس کی بناء پر یہ فتویٰے صادر کیا جائے گا کہ جمہوریت قائم کرنا اور اس کی آواز بلند کرنا حرام ہے، حالانکہ اس کی بناء اسلام ہی نے رکھی تھی۔

کون نہیں جانتا کہ آج پورپ نے تجارتی اور صنعتی شرکتوں اور ہمپیوں کے لیے مختلف قوانین اجتماعی بنیار کھے ہیں، جن میں ہبہت سے امور قوانین اسلامیہ کے خلاف ہیں۔ تو کیا یہ فتویٰ صادر کیا جائے گا کہ تجارتی شرکتیں اور کمپنیاں یا صناعتی کمپنیاں اور اسی طرح کی مختلف شرکتیں بنائی ممنوع ہیں، علی ہذا القیہ، فوجی قوانین اور اس کی ایسوی ایشیں زراعتی قوانین اور اس کی ایسوی ایشیں دعیرہ دعیرہ ہیں۔ یقیناً ہم کو یہی کہنا پڑے گا اور یہی لازم بھی ہے کہ یہ اجنبیں بنائی ضروری ہیں، مگر ان امور سے احتراز فرض ہے، جو کہ خلاف تعلیم ہے۔

اسلام ہوں، یہی امرِ حم کو ملکی اور سیاسی اجنبیوں میں بھی محفوظ رکھنا پڑے گا، اگر کوئی بورڈ خواہ
 وہ قصہ کا ہو یا ضلع یا صوبہ وغیرہ کا خواہ وہ بارا یوسی ایشن ہو یا ایجوکشیل ایوسی ایشن وغیرہ۔
 جو امرِ بھی ہمارے مذہب کے خلاف پاس کرنا چاہے، ہمارا فرضیہ ہو گا کہ اپنی پوری جدوجہد
 اس امر کے خلاف صرف کریں، ہندوستانیوں کی متحده قومیت بنانے اور ان میں جذبہ
 اتحاد وطنی پیدا کر کے احکام آزادی کی غرض و غایت یہی ہے کہ اس پر یہی اقتدار سے
 نجات حاصل کی جائے، جس نے نہ مذہب باقی رکھا ہے نہ مال، نہ حکومت باقی رکھی
 ہے، نہ قوت، نہ تجارت باقی رکھی ہے، نہ دستکاری، نہ عزت باقی رکھی ہے، نہ روٹی
 نہ علم باقی رکھا ہے نہ ہنس، نہ زبان باقی رکھتی ہے، نہ قلم، نہ خزانے باقی رکھے ہیں، نہ معاف
 نہ خوشحالی باقی رکھی ہے، نہ فانع البابی، نہ عفت و عصمت باقی رکھتی ہے، نہ عروج و ترقی
 نہ اخلاق حسن باقی رکھے ہیں، نہ خودداری و عالیتی، نہ اتحاد و اتفاق باقی رکھا ہے، نہ
 ہمدردی و انسانی شرافت وغیرہ وغیرہ، اس نے ہر مذہب و ملت کو سر زہین ہندوستان
 میں فنا کے گھاٹ اماڑ دیا ہے اور اماڑ تا جاتا ہے، با شخصی صمیمانوں کو تو اس نے اسفل
 السافلین کے درجے میں اپنی ڈپلو میسیوں سے پہنچا دیا ہے اور پہنچا تا جاز ہے، بنابریں
 متحده قومیت کا جذبہ جو کہ ان مختلف مذاہب ہندیہ میں بجز وطنیت اور کسی ذریعہ سے
 پیدا نہیں ہو سکتا، پیدا ہونا اور نہایت قوت کے ساتھ پیدا ہونا اذیں ضروری ہے، تاکہ
 جملہ اقوام ہندیہ دش بدوش ہو کر جنگ آزادی کریں اور اپنے لیے زندگی اور بہبودی کی
 صورتیں پیدا کریں، دین اور دُنیا کا تحفظ ان کے لیے صرف برطانیہ سے آزادی ہنی ہیں
 ہو سکتا ہے، بغیر اس کے اور کوئی صورت ہرگز نہیں، متحده قومیت سے خرض ہی اشراک
 عمل ہے، وہ منہوم ہرگز نہیں، جس کو ہمارے مخالف حضرات سمجھ رہے ہیں کہ مذہب اسلام
 کو چھوڑ کر کسی لیے نظام کے ماتحت آجائیں جو کہ لا دینی اور دہشت کا مراد ف ہو،

ایک اصل خطرہ

باقی رہا یہ خطرہ کہ سیاسی مسائل میں روزمرہ کا انہاک، دوسری قوموں سے مل کر ہنا
انظامی امور اور دفاعی اشیاء پر انتہائی توجہ وغیرہ وغیرہ دین اور مذہب سے بے پرواہ بنادیں
گے اور رفتہ رفتہ یہ تمام ملکیتیں مبٹ جائیں گی اور صرف لادینی اس قوم کے افراد میں وجہ شکار
روہ جائے گی، بالکل بے موقع ہے، یہ اسی وقت میں ہو سکتا ہے، جب کہ مذہب کے
تحفظ کا خیال اور مذہبی عزم کی بخششی نہ ہو، بہر حال ضروری اور لازم ہے اور اسی بناء پر بھیثے ایسی
ایسی تجاویز کا نگریں میں آتی اور پاس ہوتی رہتی ہیں جن کی وجہ سے مذہب اسلام کے
تحفظ اور وقار کو ٹھیک نہ لگے، یہ امور آج کل کے موجودہ جوارات سیاسیہ اور اقتصادیہ اور
دیگر انجمنوں اور دنیا وی مشاغل سے بھی پیدا ہوتے اور پیدا ہو سکتے ہیں، بلکہ انگریزیت
کا بھوں اور یونیورسٹیوں اور اسکولوں وغیرہ کی اس کے لیے بہت بڑا ذریعہ بنی ہیں، آج
ان مرکزی تعلیم سے فارغ ہونے والے مسلمان فی صدی اسی اور نوٹے ملحد اور بے دین
ہیں، نہ ان کی صورتیں اسلامی ہیں نہ سیرتیں، نہ تھانہ اسلامی ہیں نہ اعمال و اخلاق، ۔ بڑے
بڑے دعوے وار اسلامیت و مذہبیت ایسے ہیں جن کی صورت اور لباس میں اور
انگریزی کی صورت اور بیاس میں فرق نہیں معلوم ہوتا اور یہ کیوں نہ ہو، خود لارڈ میکالے کا
مقالات ہے کہ

”ہمارا مقصد ہندوستان میں تعلیم سے یہ ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں، جو کہ
نیگت اور نسل کی حیثیت سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کی
حیثیت سے انگریز“

چھر کیا یہ فتویٰ صادر کیا جائے گا انگریزی تعلیم اور انگریزی کا بحث، اسکول، یونیورسیٹیاں

سب کی سب گولی مارنے کے قابل ہیں، ان کے پاس بھپکنا نہ چاہئی، حالانکہ اس تعلیم اور اس پر گرام کا یہ اثر مشاہدے میں بھی آچکا ہے، متحہ و قومیت کا یہ خطرہ ابھی تک خطرے ہی کے درجے میں ہے، یورپ میں جو حالات ہیں، وہ مقین علیہ بننے کے قابل نہیں، وہ ہمیشہ سے مادست پرست ہیں، ان کے پاس پہلے بھی مذہب کہاں تھا اور اگر تھا تو کس درجہ کا تھا اور کیا تھا۔ نیز ان کے لیے تحفظ مذہب کا کوئی دعویدار اور پر گرام ہی نہ تھا۔

ہندوستان کے نوجوان اور علمیاء فتنہ مسلمانوں میں لا دینی اور احاداد و دہشت کی زہری میں انگریزوں کے اختلاط اور ان کی حکومت و تعلیمات وغیرہ سے روزافروں ہے، باوجود یہ نہ انگریز کسی قانون یا حکم کے ذمیع سے انکو مجبور کرتا ہے اور نہ وہ اکثریت میں ہی ہے، مگر مسلم عوام اور بالخصوص نوجوانوں میں انگریز کی تقلید کا جذبہ اور شعائر و عادت اسلامیہ سے نہ صرف بیگانگی، بلکہ نفرت، بڑھتی جائی ہے، اس لیے اس کا سبب جو فتحہ و قومیت کو قرار دینا سخت غلطی ہے۔ اگر یہ ہوتا، توجہاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حامی نہ ہوتے، مگر اس کا اصلی سبب دین و مذہب سے ناواقف ہونا اور مذہب پر پختہ نہ ہونا ہے جو کہ انسان کو ہر تہذیب اور ہر مذہب کے سامنے بچکا دیتا ہے۔

ہندوؤں نے صوبہ یوپی اور بالخصوص ضلع مرٹلی میں باوجود مسلمانوں کے اقتدار و بادشا اور تقریباً ایک نہر بر سر تک پوری شان و شوکت سے حکومت کرنے کے، اپنی چوٹی ہوتی تہذیب، مذہب کسی کو نہ بھوڑا، ان مقامات میں فیصلہ سولہ سے زیادہ مسلمان ترقی، نہ کر سکے، ان کی وجہ بجزان کی بھگلی مذہبی اور ذراائع تحفظ مذہب کے اور کسی دوسرا چیز کو قرار نہیں دیا جاسکتا، بصر وغیرہ میں دہشت و لا دینی باوجود مسلمانوں کی اکثریت کے اور باوجود عدم متحہ و قومیت بین الملل کے نہایت سُرگرمی کے ساتھ بڑھتی جائی ہے اور دُور رازِ مالک ہندیہ وغیرہ میں بحمد اللہ نسبت مصروف شام وغیرہ تین بڑے درجہ تک

محظوظ ہے، کیا اس کو سچے سونخ فی الدین اور حادیین مذہب کے ذرائع تخفیف میں سعی و اجتہاد کے کسی دوسری چیز کا مرثون منت قرار دیا جاسکتا ہے، خلاصہ یہ کہ محض متحده قومیت کو باخصوص ان تخفیفات کے ہوتے ہوئے دہراتی داکھاد دبے دینی ولامدہبی کا ذریعہ تھا اور دینا معمول نہیں ہے اور انہاک تو کسی چیز میں جب کہ وہ غیر مذہب ہو دین سے غفلت اور لادینی لاتا ہی ہے۔

نظام اسلامی کی

دُوسرے نظام کے ساتھ شرکت

اسی طرح یہ کہنا کہ نظام اسلامی اور اس کا پابند کسی دوسرے نظام کے ساتھ، شرکیہ نہیں ہو سکتا، غیر قابل قبول امر ہے، قوانین اسلامیہ اور احکام شرعیہ نے اگرچہ بہت سے امور میں کوئی نہ کوئی تجویز قائم کر دی ہے، مگر بے شمار امور کو زیر اباحت و اجازت رکھتے ہے جن میں ہم کو خستہ یار ہے کہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل کریں ان ہی امور میں باوشناہیں اور ان کے احکام اور انجینیوں وغیرہ اپنے اپنے آراء و اعمال کو کام میں لاتی رہتی ہیں، زراعتی یا تجارتی یا صنعتی انجینیوں یا دیگر مجالس اگر اس قسم کی تجاویز بنائیں، او اس کے عملی کارناموں پر گامزن ہوں تو ہم کو ان میں شرکیہ ہونا باوجود اسلامیت کسی طرح بھی ممنوع نہ ہو گا، بہت سے اجتماعی احکام شرعیت میں ایسے بھی ہیں، جو کہ صرف اسلامی پاوشناہت پر موقوف رکھے گئے ہیں، ان کے مخاطب افراد نہیں ہیں، بلکہ سلاطین اور خلفاء اسلام ہیں، جب سلطنت حاصل نہ ہو، افراد و احاد اسلام کو ان پہل کرنے اور لازم ہو گا، مباح، ایسی حالت میں احاد اسلام کا فرضیہ صرف یہ ہو گا کہ وہ حسب انتظامیت صرف اس کی حدود جدید کریں کہ اسلامی حکومت قائم ہو، عموماً حدود و وقاصص تغیرات وغیرہ، اسی قابل

سے ہیں، اس سے پہلے ان کو مباح اور جائز ہو گا کہ مصالح ملکیہ و منافع ملیک کے قریب تر... اور مناسب ترا حکام کو جاری کرانے کی تدبیریں، پس ایسے اجتماعی احکام کی آڑ کے کریم کو کسی دوسرے اجتماعی اداروں سے ممنوع الاتصال والاجماع قرار دینا کبھی طرح قریب صواب ہو سکتا ہے۔

ایک شخصی قوم ہی مختلف حشیات کا

اجماع نہیں ہے

جس طرح ایک شخص ایک زمانے میں ایسی مختلف حشیات کو شخصی طور پر جمع کر سکتا ہے، جن کے فرائض منصبی اور لوازم جداجد ہو سکتے ہیں رکھی کا باب، کسی کا بیٹا، کسی کا دام، کسی کا خسر، کسی کا اُستاد، کسی کا شاگرد، کسی کا باوشاہ، کسی کا مرید ہو سکتا ہے اور ہر ایک کے فرائض جداجد ادا کر سکتا ہے) اسی طرح وہ مختلف جماعتوں اور انجمنوں کا بھی ایک زمانے میں ممبر ہوتا ہوا ان کے اصول مختلف اور قوانین مشتملة کا پابند بھی ہو سکتا ہے، ممکن ہے کہ وہ ایک طرف بار ایسوی ایش کا ممبر ہو اور دوسری طرف میونسل بورڈ یا صوبیا ٹک کی اکملی کا ممبر بھی ہو اور اسی زمانے میں ٹریڈ یونین اور یا جو کوئی بورڈ دعیہ سے بھی تعلق رکھے اور سب کے فرائض ادا کرے، یعنیہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایک یا متعدد غیر مسلم جماعتوں کے ساتھ وطن یا پشتہ یا نصب وغیرہ کی بناء پر متحده قومیت بھی رکھے اور تمام عالم کی اقوام مسلمہ کے ساتھ وہ اتحاد ملت کا علم برا بھی ہو اور ہر ایک کے ساتھ حسب معاهدہ اور حسب ہدایات مذہب فرائض منصبیہ کو پوری طرح ادا کرتا ہے، قرآن شریف میں

ہے:

آیت مذکورہ صاف طور سے واضح کر رہی ہے کہ اسلام کی عالمگیر بادری کے ساتھ

مسلمان غیر مسلم قوم سے بھی تعلقات قائم کر سکتا ہے اور اسلامی برادری کی امداد و اعانت کرتا ہوا، ان معاهدہوں کی پابندی کرنے کا بھی جو اس نے غیر مسلم قوم کے ساتھ کئے ہوں، مخاطب ہو سکتا ہے، بلکہ اس امر کا بھی مکلف ہو گا کہ اگر کوئی دفعہ اس معاهدے کی، جو اس نے کسی غیر مسلم قوم سے کیا تھا، اسلام کی عالمی برادری امداد و اعانت کے خلاف واقع ہو تو اس کو دفعہ کی پابندی کرنی ہو گی اور اسلام کی عالمی برادری کی اعانت سے اس وقت دست کشی کرنی ضروری ہو گی،

خلاصہ یہ کہ مسلمان این ہندو ہندوستان میں رہ کر اور یہاں کے غیر مسلم اقوام کے ساتھ ایک قوم ہندوستانی بن کر مسلمان بھی رہ سکتے ہیں اور اپنے مذہب، کلچر پرنسپل لا زبان، حقوق کے محافظ بھی ہو سکتے ہیں اور ان کے تختخط کے لیے یہ قسم کی تدبیر بھی عمل میں لاسکتے ہیں اور ان سب امور کے ساتھ ساتھ تمام عالم اسلامی کے ساتھ (خواہ وہ افغانستان کے باشندے ہوں، یا ایران، عراق، جماں، یمن، شام، فلسطین، مصر، ایشیا کے کوچک و سط ایشیا، افریقی، یورپ، امریکہ وغیرہ کے) اسلامی تعلقات قائم کر سکتے ہیں اور حسب ہدایات اسلامیہ تمام فرائض یگانگت و اتحاد دینی ادا کر سکتے ہیں، ان میں آپس میں تعارض ہے ہی نہیں، اس کی بناء پر ان کے آپس کے علاوہ اسلامیہ اور رشتہ یگانگت میں فرق پڑتا ہے اور نہ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کے رشتہ یگانگت میں کوئی تصادم ہو سکتا ہے، ترکیا، چار موناٹھ علیٰ حرم راؤ ڈیبل کانفرنس گول نیز کانفرنس، میں ۲۱ ستمبر ۱۹۴۷ء کو آخری تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایک لفظ میں مسلمانوں کی پوزیشن کے متعلق کہنا چاہتا ہوں، جس کی تفضیل میں دوسرے موقع پر کروں گا، انگلستان میں اکثر لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ کس سیاست کو اس سے (مذہب سے) علیحدہ کر دیں۔ یہ کوئی شدہ

امیر عقیدہ نہیں ہے، نہ یہ ظاہری رسم کا مجموعہ ہے، ذہب میرے خیال
کے مطابق حیاتِ انسانی کی تشریح کا نام ہے، میرے پاس ایک تدان
ہے، ایک ضابطہ اخلاق ہے، زندگی کا ایک نظریہ ہے اور حیاتِ اجتہادی
کے لیے ایک مکمل نظام ہے، جس کو اسلام کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے
حکم کے سامنے میرا اولاً مسلمان ہوں، دوسرم مسلمان ہوں اور آخر مسلمان ہوں اور
سماں مسلمان کے کچھ نہیں ہوں، اگر تم مجھ سے اپنی قوم اور اپنی سلطنت
میں اس نظام، اس ضابطہ اخلاق اور اس شریعت کو چھوڑ کر شرکیں ہونے
کے لیے کہو گے، تو میں اس کیلئے تیار نہ ہوں گا، یہ میرا پلا فرض اپنے خاقانی
کی جانب سے مجھ پر ہاید ہوتا ہے اور یہی ڈاکٹر موبنجے کا خیال ہے:
اور جہاں تک اس فرض کا تعلق ہے، ان کو پہلے ہندو ہندوستانیہ ہے اور
محمد کو پہلے مسلمان، لیکن جن امور کا ہندوستان سے تعلق ہے، ہندوستان
کی آزادی سے تعلق ہے، ہندوستان کی فلاح و بہنو دی سے تعلق ہے
میں اول ہندوستانی ہوں، دوسرم ہندوستانی ہوں اور آخر ہندوستانی ہوں
اور ہندوستانی کے سوا کچھ نہیں (منقرہ تھیں)

میں ان مسادی المساحت دو اڑوں سے تعلق رکھنا ہوں جن کے
دوسرا ہیں، ایک ہندوستان، دوسرہ دنیا نے اسلام، جب میں ۱۹۱۰ء
میں وفد خلافت کے صدر کی حیثیت سے انگلستان آیا، تو میرے شتوں
نے مجھ سے کہا کہ آپ کو اپنے سامان کے لیے کتنی نشان خصوصی مقرر کر لینا
چاہیئے، میں نے اس پیل کیا اور کس کو دو دو اڑوں میں تقسیم کر دیا۔
ایک دائرے میں لفظ ہندوستان تھا اور دوسرے دائرے میں

”اسلام“ لفظ خلافت کے پلپوں میں موجود تھا، ہم بحثیت مسلمانوں ہندوؤں دائروں میں شامل ہیں اور ان دو نوں دائروں سے تعلق رکھتے ہیں جس میں سے ہر ایک تیریں کر ڈالنے والی انسانی پر مشتمل ہے، یہ اس وقت کے انتشارات، مردم شماری پر مبنی ہے، بعد کے اکٹھافات بتلار ہے ہیں کہ دائرة اسلام سائٹ کر ڈال سے زیادہ نفوس انسانی اپنے اندر رکھتا ہے، اور دائرة ہندوستان ۲۵ کروڑ پر مشتمل ہے، اور ہم ان میں سے کسی کو چھوڑ نہیں سکتے، ہم قوم پرست نہیں ہیں، بلکہ ہمارا انک اس سے بہت زیادہ ویسے ہے۔

مدینہ، بجنوں سورخہ ۲، فروری ۱۹۲۸

الغرض بھائے سامنے دوستکے درپیش ہیں، ایک ذاتی اور ذاتی مسئلہ ہے؛ اور دوسرے عارضی اور خصوصی، پہلا مسئلہ سنجات عامہ کا ہے، جس میں عالم بشری کو خداوند بزرگ کے عذاب دائم اور اس کے عغضب سے رُشتہ گاری اور خلاصی دلانا، اس کی روحانی آزادگیوں اور کشا فتوں کو دُور کرنا اور ہر دو عالم کی حقیقی ترقیوں کو حاصل کرنا اور حیات اپنی اور فلاح سرحدی پر فائز ہونا مقصود ہے، یہی نصب العین، مذہب اسلامی اور اس کے مقدس بانی کا ہے، اس مقصد کے حصول کے لیے مذہب کے عالمگیر قوانین ہمیشہ سے تمام عالم اسلامی میں کار فراہیں اور رہنمے چاہئیں، ان میں کوتاہی اور ادنیٰ درجے کی بھی تفضیر نہ صرف مسلمانوں کو ضرر سا نہیں، بلکہ تمام عالم بشری کو فیضان پہنچانے والی ہے، دوسرے مسئلہ ہندوستان اور اس کے باشندوں کی موجودہ مصائب سے سنجات کا ہے، یہ مسئلہ عارضی اور خصوصی ہے اور صرف اس زمانے تک ہے جب تک کہ تمام باشندوں کا حلقة اسلام میں داخل ہو جائیں، سب کے سب مسلمان

ہو جانے کے بعد اس کا مطالبہ نہیں رہ سکتا، جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر آایا ہوں کہ اس پر ولی اور خود غرض اور سُنگدل اور وحشی قوم کے سلطنت جا بانے نے تمام ہندوستانیوں اور بانخوص سیہاں کے مسلمانوں کو ہر طرح سے فنا تیت کے درجہ تک پہنچا دیا ہے، جیسا کہ ڈبلیو ایس بلینٹ کہتا ہے،

”میں ہندوستان کے مالیہ کے اسرار بہترین اُستادوں سے حاصل کر لے ہوں اور یہ مسلمگو رنسٹ کے سیکرٹری اور کمشنر وغیرہ ہیں، میں اس مطلع سے جس نتیجے پہنچا ہوں، وہ یہ ہے کہ اگر ہم اسی طرح ملک کو ترقی دیتے رہے تو ایک دن وہ آتے گا کہ جب کہ ہندوستانی مجبور ہو کر ایک دُسرے کو کھانے لگیں گے، کیونکہ ان کو کھانے کے لیے سو اتنے اپنے ہم جنسوں کے دُسری چیزیں نہ مل سکے گی۔

قریبی زمانہ میں اہل ہند کے لیے سوائے ہر قسم کی ہلاکت اور بر بادی کے اور کوئی صورت نہ ہوگی، پھر یہ بھی نہیں کہ یہ بر بادی صرف حدود ہندوستان تک محدود ہو، بلکہ اس غلامی اور اس سلطنت کی وجہ سے دُسرے ممالک کی مشرقی اقوام اور اسلامی ممالک کی آزادی اور رفاهیت، بلکہ زندگی بھی روز بروز فنا کی جا رہی ہے، ہندوستانی فوجیں ہندوستانی خزان، ہندوستانی اسلحہ، ہندوستانی رسیدیں وغیرہ، دُسرے ممالک اور اقوام کی بر بادی کا ذریعہ بناتے جاتے ہیں اور بناتے جا چکے ہیں، مسٹر شپر فرین مہرہ دوسرے آف کامن اور صدر کامن دیکھ آف انڈیا لیک کہتا ہے:

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ اگر ہندوستان کو ہوم روں مل گیا، تو حوم جمہور پر صیبت کا پھارٹ پڑے گا، ایک سوبس کے بر طافی راج سے جو صیبت ہندوستان پر نازل ہوتی ہے، اس سے زیادہ صیبت

نامکن ہے۔

(مدینہ بجتو جلد ۱۹ نمبر ۲۲ مورخ ۲۵ پاچ ۱۹۳۰ء از انڈین نیوز لندن)

سر جان شور ۱۸۲۶ء میں لکھتا ہے:

انگریزی حکومت کی پیش فائٹے والی زیادہ ستافی نے ملک اور اہل ملک
کو اتنا مغلس کر دیا ہے کہ اس کی نظریہ ملنی مشکل ہے۔

سر لیم دبکی پریس برٹش انڈیا میں لکھتا ہے: (۱۹۰۱ء)

مگر اس میں شبہ نہیں کہ آج ہندوستان، اس سے زیادہ شرمناک طریقے
پر ٹوٹا جائز ہے، جتنا کہ اس سے پہلے کبھی لوٹا گیا تھا، ہماری ابتدائی
حکومت کی باریک چاکب اب آہنی زنجیر بن گئی ہے، کلا یو اور ڈینگن
کی لوٹ اس نکاسی کے مقابل ہیچ ہے، جو روز افزول ترقی کے ساتھ
ایک ملک کو دوسرے ملک کا خون جان بہا کر مالا مال کر رہا ہے:

ہندوستان پاس جا بردبے رحم سگدھ حکومت کی وجہ سے جن جن مصائب
کے پہاڑ ٹوٹے ہوتے ہیں اور جس طرح یہاں کے باشندے بر باد ہوتے اور ہوتے جا
رہے ہیں، ان کی تفصیل کی کہانی اگر انگریز مصنفوں کی ہی زبانی لکھی جائے، تو اس کے
لیے بھی دفتر کے دفتر ضروری ہیں، ان مصائب سے تمام ہندوستانی باخصوص مسلمان
زیادہ بر باد ہو رہے ہیں۔ اس لیے اذبس ضروری ہے کہ جس قدر بھی ممکن ہو، جلد از جلد اس
سے بنجات کی کوئی صورت اختیار کی جاتے اور اس کو تمام ہندوستانی اقوام کے مسلمان
ہو جانے تک مت خزانہ کیا جاتے، اگر خالص اسلامی حکومت قائم کرنے کی سرست طاقت
نہ ہو تو اہون الضررین، اور اخخت البلتین کو ضرور بالضرور عمل میں لایا جائے، جو کہ شرعی
حکم ہے، جو کہ فرضیہ جیادا ذاکر نے اور اس کے عمل میں لانے کے لیے کسی خاص تقدیر

اور خاص طریقہ جگہ کی قید نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ عمل اور ہر وہ ہتھیار جو کہ دشمن کو زک پہنچا سکے اور اس کے اقتدار اور شوکت میں ضرر رسان ہو، وہ ہتھیار کرنے لازم اور واجب ہو گا۔ یہی مقصد آزادی ہند اور سوراج اور مکمل آزادی کے الفاظ سے ادا کیا جاتا ہے۔

یورپ نے عموماً اور بُرطانیہ نے خصوصاً عالم انسانی میں اسلام کو جس قدر نقصان پہنچا یا ہے، اس سے پہلے کبھی کسی قوم اور ملک نے نہیں پہنچا یا تھا، صرف افریقی اور یشیا سے بہتر لاکھ چوتھے نزدیک سو تیس میل مربع (۱۷،۴۷۰) مسلمانوں کی جائیداد چینی گئی اور اگر یورپ کی بھی سلم جاندہ دول کو ملا لیا جاتے، تو تقریباً فتوتے لاکھ مربع میل سے زائد اس نزدیک کا حصہ پڑے گا، جہاں پا اسلامی اقتدار کا خاتمہ کیا گیا ہے، اور عیاقی اقتدار کو قائم کیا گیا ہے، پھر اس آزادی کے لیے حسب تجربہ و عقل، سب سے زیادہ کار آمد چیز ہندوستانیوں کے لیے متحده قومیت ہے، اس لیے بُرطانوی اربابِ سستی کو یہ چیز نہایت زیادہ ہٹکتی رہی ہے، اور آج تو اور بھی زیادہ خطرہ ان کو دکھلاتی دے رہا ہے، اسی بناء پر ہندوستان کی حکومت کے لیے ڈیوانہ اینڈیا کی دل دلڑاؤ اور حکومت کرو، کا زہر نلا نخود تحریک کیا گیا، اور ابتداء سے یہ ہی ناپاک زہر، خوشگوار اور میٹھے شربت میں حل کر کے پلا گیا اور آج تک پلا یا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے بُرطانوی اقتدار اپنی پوری قوت کے ساتھ قائم ہوا اور خدا جنم کے تک قائم رہے گا، جس کا اعتراف سر جان میاڑو، وغیرہ مدبرین بُرطانیہ کو ہدیث سے رہا ہے، اور اسی خطرے کو پروفیسر سلی کے پیش آف الگینٹھ میں کوڑہ ذیل الفاظ میں ظاہر کرتا ہے۔

اگر ہندوستان میں متحده قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جاتے اور اس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی علی روح نہ بھی ہو، بلکہ صرف اس قدر احکام ہام ہو جاتے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہو، ہندوستانیوں کے لیے

شہرمناک ہے، تو اسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا
لیکن کہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور نہ اس فاتحانہ
ختم رافی کر سکتے ہیں، اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے، — تو
اقتصادی طور پر قطعاً بر باد ہو جائیں گے۔

اسی بناء پر مدبرین بخلاف اسی حرارت چالیں عرصہ دُراز سے بلکہ ابتدائی تسلسلہ سے برستے
کار آئیں اور آج تک سرگرم فنوں کا رہی ہیں، لٹریچر پر لکھے گئے، تصانیف کی گئیں، لکھر دیئے
گئے بیضوی شائع کئے گئے، ہندوستانی سادہ نوحون کو سمجھا یا گیا، ان کے دل اور دماغ
کو مأوف بنا یا گیا، جو چیزوں پر کے لیے تریاق بنائی جاتی تھی، اسی کو ہندوستانیوں اور الجھوں
مشکانوں کے آگے زہر لالہ ل دکھایا گیا (دیکھو مدرسہ سکیپ اور طردار بن وغیرہ نیپل ملی گڑھ کے
آڑیکل لکھرا اور کارنامے) ان کے قلب میں اس کی نظرت بھائی گئی اور بتایا گیا کہ اس سے
تمہاری مذہبیت کی روح فدا ہو جائے گی، تمہاری مذہبی تسلیم، مذہبی فرانس اور احکام مذہبی
اتخاد و انتظام، سب کے سب برباد ہو جائیں گے، آج اس فلسفے کے پروپیگنڈے
کے لیے علمبرداران مذہب اور حاصلان شرعیت پر آوازے کے جاتے ہیں، اور مغرب دہ
تفریج میں مبتلا ہونے والے علماء مغربی لعنت میں گرفتار مذہبی پیشواد غیر کے الفاظ خادمین
دین کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں اور نتیجہ ہے کہ وہ شخص جن کی ملی زندگی مذہب
اور اہل مذہب سے کسی لگاؤ کا ثبوت نہیں دیتی، وہ مذہب اور مذہب میں ہمیشہ سے خرق
ہونے والے خدام مذہب پر ایسے آوازے کئے ہیں، بہر حال ساحرین بُرطانیہ کا یہ جادو
بہت زور و شور سے عرصہ سے چل رہا ہے، سرستید جیسا قومی غیتوں اور جرمی فیکی الطبع
انسان جس نے اپنی سیاسی اور قومی ہمدردی و بہادری کا ثبوت اپنی کتاب، اس باب
بغاویت ہند اور دیگر عملی زندگیوں سے دیا تھا اور ہندوستانی مسندہ قومیت کے متعلق مندرجہ

ذیل الفاظ تک کہتا ہے:

قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو! کہ
ہندو اور مسلمان ایک نہ سبی لفظ ہے، ورنہ ہندو اور مسلمان اور عیسائی
بھی جو اس ملک کے رہنے والے ہیں، اس عہت بار سے سب ایک
قوم ہیں، جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں، تو ان سب کو ملکی
فائدے میں جوان سب کا ملک کہلاتا ہے، ایک ہونا چاہیے، آپ وہ
زمانہ نہیں کہ صرف مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے و
قومیں سمجھی جائیں۔

(مجموعہ علمکچر پرستید ص ۱۶، روشن مستقبل ص ۲۵)

دوسرے موقع پر
جس طرح آریہ قوم کے لوگ ہندو و کھلائے جاتے ہیں، اسی طرح سے
مسلمان بھی ہندو یعنی ہندوستان کے رہنے والے کھلائے جاتے ہیں،
(پرستید کے آخری مرصاد میں ص ۵۵)

تیسرا موقع پر
آپ نے جو لفظ را پہنچ لئے، ہندو کا استعمال کیا ہے، وہ میری
راستے میں درست نہیں، کیونکہ ہندو میری راستے میں کسی مذہب کا نام
نہیں ہی، بلکہ ہر شخص ہندوستان کا رہنے والا اپنے تین ہندو کہتا ہے، پس مجھے نہایت
افسوں ہے کہ آپ مجھ کو باوجود اس کے کہ میں ہندوستان کا رہنے
والا ہوں، ہندو نہیں سمجھتے۔

(سفر نامہ سخا ب پرستید ص ۱۳۹، روشن مستقبل ص ۲۷)

ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں :

ہم نے متعدد دفعہ کہا ہے کہ ہندوستان ایک خوب صورت دلمن ہے اور ہندو اور مسلمان اس کی دو آنکھیں ہیں، اس کی خوب صورتی اس میں ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں سلامت و برابر ہیں، اگر ان میں سے ایک برابر نہ رہی تو وہ خوب صورت دلمن ہی بھی ہو جائے گی اور اگر ایک آنکھ جاتی رہی تو کافی ہو جائے گی۔

(سرستید کے آخری مصائب) ص ۵۵

مشتریک اور مشاریع اور مطرار حجۃ دعیہ انگریزوں کی سحر فوازیوں سے اس قدر مسحور ہوا کہ نہ صرف تحدہ قومیت میں شرکت کرنے اور اس کی ترغیب دینے سے گریز کرنے لگا، بلکہ کامگریں اور سیاسیت کی مخالفت کرنے اور تحدہ قومیت سے مسلمانوں کو نفرت دلانے اور انگریزی حکومت کی تقویت وغیرہ میں بیش از بیش حصہ لینے لگا اور اسی کو مسلمان ہند کے لیے آبِ حیات سمجھنے لگا، چنانچہ مولانا شفیعی مرحوم مسلم گزٹ لکھنؤ میں فرماتے ہیں وہ پُر زور دست و قلم، جس نے رسالہ اسبابِ بغاوت ہند کھاتھا، اور اس وقت لکھا تھا، جب کہ کورٹ مارشل کے ہمیت ناک شعلے بلند سمجھتے۔ وہ بہادر جس نے پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت میں لارڈ لوشن کی آمپون کی وجہاں اڑادی تھیں، اور جو کچھ اس نے آڑشیلوں میں لکھا، کامگریں کا لڑیج پھوٹی طلبی کے متعلق اس سے زیادہ پُر زور لڑیج پھر نہیں پیدا کر سکتا، وہ جان باز جو اگرہ کے دربار سے اس لیے بڑھ ہو کر چلا آیا تھا کہ دبای میں ہندوستانیوں اور انگریزوں کی گرسیاں برابر درجے پر نہ تھیں، وہ نصف پرست جس نے بنگالیوں کی نسبت کہا تھا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ ہے

ملک میں صرف بُنگالی ایسی قوم ہیں جن پر ہم واجبی طور پر فخر کر سکتے ہیں اور یہ صرف انھیں کی بدولت ہے کہ علم و آزادی اور حب وطنی کو ہمارے ملک میں ترقی ہوتی، میں صحیح طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ بالیقین ہندوستان کی قوموں کے سرماج ہیں، حالات اور گرد و پیش کے واقعات نے اس کو اس پر مجبور کیا کہ اس نے تمام اسلامی پلک کو پالیکیں سے روک دیا۔ یکٹوں ہتا، کن باب سے ہوا، کس چیز نے دفعایہ اختلاف پیدا کر دیا ان سوالات کا جواب دینا آج غیر ضروری بلکہ مضر ہے، آج اجتہاد اور تعلیم سے آزادی کا زمانہ ہے۔

در وشن مستقبل ص ۲۱)

غرضکے جادوگران برطانیہ نے اپنی ساحراں کا رکن ایاریوں سے سرستید جیسے تحریکار عقلمند شخص کو نہ صرف متعدد قویت سے بلکہ پالیکیں اور آئینی جدوجہد سے بھی روکا، اور اسی کے ذریعے سے مسلمانوں کو ہمیشہ سیاست سے علیحدہ رکھو کر بالکل نابلد اور ڈرپ ک بزا دیا، پھر اگر ڈاکٹر اقبال مرعم اس سحر سے مسحور ہیں، تو کیا تعجب ہے، برطانیہ کی ملوکانہ اغراض معلوم ہیں، اس کے افراد کی عیار اچھی معلوم ہیں، اس کے پروپرگنڈے کی نیز گنگیاں معلوم ہیں، ہندوستانی تو درکنار پورپ کی بڑی بڑی باوشاہتیں ہمیشہ ان سامروں کے عجیب نیب سحر سے مسحور ہوتی رہی ہیں، جس کا خود ان کو اعتراف ہے، برطانیہ نے اقوام عالم ہنسیں بلکہ شاہانہ عالم کے آنکھوں میں بھی دھول ڈاکٹر ان کو اندھا کیا، اور ہمیشہ اپنا اتوسییدھا کیا خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل ہندوستان عموماً اور ہندوستانی مسلمان خصوصاً انتہائی مرصد میں فی زمانہ بدلنا ہیں، ان سے نجات حاصل کرنا اور آئندہ کے لیے ایسے مضامین سے تخط کرنا اور ضروریاتِ زندگی کی رفاهیت اور فارغ البالی حاصل کرنا، ایک خصوصی سلسلہ

ہے جس کا تعلق صرف سرمنی ہند اور اس کے بننے والوں سے ہے اور صرف حیات دنیاوی سے ہے، جو کہ حیاتِ اُخزوی کے سامنے ایک عارضی اور ظلی چیز ہے اور بہت کبھی ملک میں مختلف قومیں اور مختلف مذاہب بنتے ہیں، جبھی تک اس کی ضرورت ہے،... بسب کے مسلمان ہو جانے کے بعد جو کہ اولین اور اصلی مقصد ہے، یہ باقی نہیں رہتا، اسی بناء پر یہم نے اس کو عارضی اور خصوصی کہا تھا، جیسا کہ ہم پہلے عرض کر آئے ہیں۔

مسلمان ہند کو دونوں سلنوں میں پُری طرح حصہ لینا شرعاً، عقلتاً، انسانیاً، سیاستی ضروری اور لازم ہے، ایک میں حصہ لینا و دسرے کے منافی نہیں، اور پہلے مسئلے کی وجہ سے دوسرا سے روکنا یعنی رکھتا ہے کہ جب تک تمام ہندوستان کے باشندے مسلمان نہ ہو جائیں مسلمان ہند، موجودہ مصائب کے دُور کرنے میں کوئی حصہ نہ لیں، بالخصوص جب کہ مسلمان ہند کی موجودہ طاقت کا میابی کے لیے کافی نہیں ہے، تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ ان کو بُست پابن کر قبرستان میں فن ہو جانا چاہیے، جو کچھ ہم نے عرض کیا ہے، یہی راستے میں الاحرار مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی بھی تھی اور یہی راستے حضرت شیخ الحند مرحوم و مغفور کی تھی اور یہی راستے مناسب اور صحیح ہے، پہلا مسئلہ چونکہ اور اصل الاصول ہے اور دوسری مقصد بعثت اور رسالت کا ہے، اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور صنادیدگان سے اسی کا مطالبہ کیا تھا اور دوسرے مسئلہ عارضی اور شخصی تھا، اس لیے بضرورت زمانہ اس کا مطالبہ قابل ہیود و غیرہ سے مدینہ مسوارہ میں (باوجود ذوال آیات جبار) کیا، اس پر آوازہ کنا، جبکہ نادافی اور ناداقی اور کیا قرار دیا جاسکتا ہے، بہر حال آج برطانیہ کی انتہائی گوشش یہی ہے کہ ہندوستانی مسلمان سیاست کے میدان میں نہ آئیں اور نہ متحده قومیت میں شامل ہو کر پہلے آواز آزادی کے میدان میں اُتکر برطانوی اقتدار کا ہندوستان سے خاتمه کریں۔

کیونکہ اس سے تمام برطانوی قوم کو اشد ترین نقصان مٹپنے پاگا، جو لوگ مسلمانوں کو اے میدان

سیاست میں اُتنے سے روک رہے ہیں، اور متحده قومیت کو بھی انک صورت میں ظاہر کر کے نفرت والا رہے ہیں، بلاشک و شبہ برطانیہ کی ایسی غلیم اشان خدمات انجام دے رہے ہیں، جو کہ اس کی افواج اور اسلحہ سے بھی انجام نہیں پاسکتی۔ والی اللہ المشتکی

ترسم نسی پھبہ تو اے اعرابی
کاں راہ کہ تو میری پاگستان ہست



آخری گزارش

ہم اس عرض کے بعد اپنی تجویز کو ہر فلسفیانہ تقریر اور شاعرانہ تحلیل کے جوابات سے طویل اور دراز کرنا مناسب نہیں سمجھتے ہیں، جو جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنے فلاسفی دماغ سے تراش کر کے ذکر فرمائی ہے، مقاصدِ ہدیہ کو ہم نے واضح کر دیا ہے، وہ تقریر یونانی یا یورپی فلسفہ اور اسی کی زبان ہے، جس کی طرف خود جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم توجہ کرنا خلافِ ریاست سمجھتے ہیں، آخر میں ہم ذکار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنی مختصرت اور فضل سے نوازے اور ان کے متولین اور پیمانہ دو کم اور سہم کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور گمراہی و ضلالت سے محفوظ رکھتے۔ آمين : وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رضوی کے فلم سے

سفرنامہ شیخ احمد

شیخ اللہ حضرت مولانا محمود حسن قادری کا سفرنامہ جبار و صدر اسارت ایسا
کی دولتہ حبیز رواد حکومت بھائیہ کے خلاف جماد ازادی کی بیان افزوں سرگزشت
ہیرماں کے صبر و شبات اور غرم و تعلق کی زندگی جاوید استان شیخ اللہ کی
انقلاب آفیں شخصیت اور حرمت دین وطن پاکستان مذکورہ تاریخ ازادی تصریح
کا درجہ ایسا باب اسلامی بیاست و فوایست اور غرمیت بخدمات کا حلیم شاہ مرقعہ

منگل تبریزی حبیبی کرامہ ندوی جامعہ مندوی لاهور

حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کی

شہرہ آفاق تصنیف

علمی یہودکا شاندار ناضجی

عنقریب مکتبہ محمودیہ کے زیر انتظام منتظر عام پر آنے والی ہے۔

الناشر:

مکتبہ محمودیہ - جامعہ مذیہ - کیمپ پارک - لاہور

شکریہ لندن

انگریزی سرکار کی زبان میں

رسمی خطوط سازش کیس

اور

کون کیا تھا؟

انڈیا آفس لندن میں محفوظ ریکارڈ کا اردو ترجمہ

مرتبہ —

حضرت مولانا سید محمد میال رحمۃ اللہ تعالیٰ



مہابت بہر حکومتیہ جامعہ مدنیہ لہور
کریم پارک

قیمت ۲۵ روپے